نوائے دلِ یار

محمد عزیز یار خان یارؔ

نوائے دلِ یار

محمد عزیز یار خان یارؔ

حقوق برقی اشاعت : قدیر یار خان

اہتمام برقی اشاعت : راشد اسحاق

نام کتاب : نوائے دل یار

کلام : محمد عزیز یار خان یارؔ

سرورق : وصی حیدر

کاغذی کتابت : محمد صدیق مظاہری

برقی کتابت : صائمہ اسحاق

انتساب

گمشدہ رفاقت

سیّدہ بلقیس جہاں بیگم

کے نام

اپنا جہاں میں کوئی سمجھتا نہیں مجھے

کیا کیجئے نصیب کو میں نام کا ہوں یار

فہرست

12۔ رنگ دل کش ہے چھلکتے ہوئے پیمانوں کا

13۔ کاش کچھ اور میں نا کام تمنا ہوتا

14۔ جلوہ گر وہ کہیں نہ ہو جائے

15۔ کس سے شکوہ کروں میں عالمِ تنہائی کا

16۔ وہ دل جو تیری الفت میں مبتلا نہ ہوا

17۔ وہ کبھی میرے گھر نہیں آتا

18۔ تجھے میرا زمانہ ڈھونڈ لے گا

19۔ یوں گرم تجلی ہوا اے پیکرِ یکتائی

20۔ اے ہمنشیں یہ عالمِ دردِ نہاں ہے اب

21۔ کر رہی ہے بزمِ عالم کو معطر بوئے دوست

22۔ حضرتِ دل انتظارِ صبح فردا ہے عبث

23۔ فرمایئے تو مجھ سے ہوا کیا قصور آج

24۔ شامِ غم مجھ کو وہ جب یاد آیا

25۔ حالِ دلِ مضطر کی ہوا ان کو خبر کیونکر

26۔ محبت رنگ لائی ہے ترا تیر نظر ہو کر

27۔ ہر شے میں دیکھتا ہوں اسی کو میں جلوہ گر

28۔ میں نے دیکھا ہی نہیں اے گردشِ لیل ونہار

29۔ ادھر بھی اک نگاہِ کرم غریب نواز

30۔ جذبۂ شوقِ شہادت لے چلا قاتل کے پاس

31۔ ہے گلستانِ جہاں میں رنگ و بو جس کا لباس

32۔ گزرا ہوں کئی بار تری راہ گزر سے

33۔ دل کسی سے لگا لیا کیا ہے

34۔ ایسے بھی ہوتے ہیں کچھ انجانے لوگ

35۔ حسن خود دے رہا ہے دعوتِ عام

36۔ ہر ایک شے کو نظر سے گرا رہا ہوں میں

37۔ نا قابلِ یقیں ہیں قول و قرارِ عالم

38۔ میں نے دیکھا ہو آنکھ بھر نہ کہیں

39۔ قریب تر ہوں میں ان سے کوئی ضرور نہیں

40۔ کسی کا حاصلِ حسنِ نظر رہا ہوں میں

41۔ وہ بات جو ہے ان کی معصوم دلکشی میں

42۔ ہے تو کوئی ضرور جسے دیکھتا ہوں میں

43۔ یہ بھی قسمت نے دن دکھائے ہیں

44۔ سنتا آیا ہوں یہی لوگ کہا کرتے ہیں

45۔ زندگی کا کچھ اعتبار نہیں

46۔ جو فدائے حبیب ہوتے ہیں

47۔ نام میرا سرِ فہرست ہے دیوانوں میں

48۔ زندگی کی کشمکش سے برسرِ پیکار ہوں

49۔ کیا ستم ہے ساقیا تو ہی بتا میں کیا کروں

50۔ دیکھ کر گلہائے رنگیں کی جمال آرائیاں

51۔ کیا فکرِ جہاں اس کو کیا خوفِ قیامت ہو

52۔ رہ رہ کے ان کی یاد جو آئے تو کیا کروں

53۔ اٹھا جب پردۂ حسنِ نظر آہستہ آہستہ

54۔ کبھی رونقِ قفس ہوں کبھی زیبِ آشیانہ

55۔ تمہارے عہدِ وفا کا نباہ دیکھ چکے

56۔ کاش یہ مدِّ نظر او ستم ایجاد رہے

57۔ کھیل ان کا ہستیٔ دلِ ناشاد ہو گئی

58۔ یہ کون سا عالم ہے فلک ہے نہ زمیں ہے

59۔ ہر ذرہ میں ہیں وسعتیں اس جلوہ گاہ کی

60۔ یاد ان کی سامنے انہیں لاتی چلی گئی

61۔ وہ سامنے آ آ کر چھپ جائیں تو کیا کہیے

62۔ تمہیں آزمانے کو جی چاہتا ہے

63۔ یوں بنائے صبر ڈالی جائے گی

64۔ بیٹھے بیٹھے خیال نہ جانے کس کا دل میں آتا ہے

65۔ ہے یہ زیرِ نقاب کیا جانے

66۔ اگر دل آشنائے غم نہیں ہے

67۔ زلفوں کو اپنی رخ پہ سنوارا نہ کیجئے

68۔ جو بھی آیا وہ باادب آیا

69۔ حسنِ خفتہ جگا دیا میں نے

70۔ آنکھوں سے گر رہے ہیں آنسو نکل نکل کے

71۔ کسی کے حسنِ رنگیں کا زمانہ یاد آتا ہے

72۔ کیا کہا، کون ہوں میں، آپ نے پہچانا بھی

73۔ شکل سے غم عیاں نہ ہو جائے

74۔ دل کے شکوے بھی اور تبسم بھی

75۔ اسے ہم غائبانہ ڈھونڈ لیں گے

76۔منت گزارِ الفت ہم کیوں نہ ہوں کسی کے

77۔کچھ یوں وہ اپنے حسن کے جلوے دکھا گئے

78۔نہ یہاں تبسمِ صبح ہے نہ یہاں اداسئ شام ہے

79۔پردہ مری ہستی کا اٹھا کیوں نہیں دیتے

80۔میں کنجِ قفس میں کیا جانوں کیا جشنِ بہاراں ہوتا ہے

81۔مجھے بھی کاش دیدارِ رخ پُرنور ہو جائے

82۔ہم سدا جور و ستم سہتے رہے

83۔مبتلا اس کی محبت میں اگر دل ہو جائے

84۔جان پھر جان ہو گئی ہوتی

85۔جذبۂ عشق میں کمی ہے ابھی

86۔سنے ہیں لوگوں سے خود میں نے اپنے افسانے

87۔ان کی جب تک نظر نہیں ہوتی

88۔اب ان کی محبت بھی چھپائی نہیں جاتی

89۔ان کی ہر ایک ادا ہوش رُبا ہو جیسے

90۔زندگی کیا مری بسر نہ ہوئی

91۔تا کجا حدِ اعتبار گئی

92۔ اللہ اللہ کس قدر غمگیں میری روداد ہے

93۔ کسی کے وعدۂ فردا کا اعتبار تو ہے

94۔ حسن اس کا بھلا سا لگتا ہے

95۔ جو آستاں پہ ترے خم سرِ نیاز کرے

96۔ اتنا وقارِ عشق تو پیدا کرے کوئی

97۔ کرلیا کیوں منتخب مجھ کو ستانے کے لیے

98۔ دل میں کسی کے انس و محبت اگر نہیں

99۔ مری زیست وہ خزاں ہے جو بہار تک نہ پہونچے

100۔ مشکل میں کسی کی جو کوئی کام نہ آئے

101۔ اپنے رخ سے جو نقاب اس نے اٹھا رکھا ہے

102۔ خدائی تری ہے زمانے ترے

103۔ تونے سوچا بھی کبھی مجھ کو بھلانے والے

104۔ کرم نواز کرم تیرا عام ہو جائے

105۔ خاک چھانی ہے بہت میں نے بیابانوں کی

106۔ آئے ہیں وہ شبِ فرقت نہ قضا آئی ہے

107۔ وہ جو اک مہ جبیں کی صورت ہے

مقدمہ

کہتے ہیں گدڑیوں میں لعل چھپا نہیں کرتے۔ یہ کہاوت کسی حد تک صحیح بھی ہو سکتی ہے۔ یہی بات ایک غیر معروف شاعر محمد عزیز یار خان صاحب جو یارؔ تخلص فرماتے ہیں کے بارے میں کہی جا سکتی ہے۔ آپ ایک کہنہ مشق شاعر ہیں، آپ کی شاعری نے بڑی عمر پائی ہے۔
یارؔ صاحب کے مجموعۂ کلام کو دیکھ کر پتا چلتا ہے آپ اپنے ہم عصر شعرا حسرتؔ، اصغرؔ اور جگرؔ کے کلام سے زیادہ متاثر اور مانوس ہیں۔ آپ کے اندازِ فکر میں بڑی ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔

یارؔ صاحب کی شاعری کو زندگی بخشنے والی دو چیزیں ہیں۔ ایک تو اس کی کیفیت اور دوسرے اس کا اختصار۔۔۔۔۔پہلی چیز زیادہ طاقتور اور دوسری نسبتاً کم طاقتور ہوتی ہے۔ متعدد شعرا ایسے ہوئے ہیں، جنہوں نے بہت کم کہا ہے مگر جتنا بھی کہا ہے اس نے لوگوں کے دلوں کو برما دیا ہے۔ اسی لیے وہ آج بھی زندہ و جاوید ہیں۔۔۔۔۔حضرت یارؔ صاحب کے کلام

میں حسرتؔ، اصغرؔ، اور جگرؔ کشاں کشاں نظر آتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ ان کی شاعری پر ان ہی سب کی شاعری کی چھاپ لگی ہے۔

اردو زبان سے یارؔ صاحب کو شغف ہی نہیں عشق بھی تھا۔ شعر و شاعری کے رسیا ہیں۔ آپ کا اندازِ بیان سادہ اور پُر کار ہے۔ وہ اپنے کلام کے خدو خال پر کوئی غازہ چڑھانا پسند نہیں کرتے۔ وہ وضع قطع سے صوفی منش انسان ہیں، کتابی چہرہ، چوڑا ماتھا، گندمی رنگ، میانہ قد، لکھنے پڑھنے میں تیز مگر کم سخن، باتوں میں نرمی اور ممتاز ہے اور لکھنو زبان کے لیے۔۔۔۔۔ یارؔ صاحب نے ان دونوں سے استفادہ کیا ہے۔ یعنی دونوں جگہوں کی خوبیوں کو ملا کر اپنی شاعری کا قوام تیار کیا ہے اور اپنی شاعری میں میانہ روی اختیار کی ہے۔۔۔۔۔۔ فراقؔ صاحب کا خیال ہے کہ اردو میں شعر کہنا تو آسان ہے مگر اچھا شعر کہنا مشکل ہے۔ دہلی اور لکھنو کے تیور دیکھنا پڑتے ہیں۔ شعر کی نوک پلک دیکھنا پڑتی ہے۔ اسی لیے ہر زمانے میں شعر گو تو اردو کو بے شمار میسر آئے مگر شاعر گنتی کے۔

یارؔ صاحب کی غزلوں میں ہر ایک کو اپنے دل کی دھڑکنیں سنائی دیتی ہیں۔ وہ قلبی تاثرات کو کچھ اس ڈھنگ سے بیان کرتے ہیں جیسے زندگی ان کی زبان میں اتر آئی ہو، یا وارداتِ قلب آپ بیتی معلوم ہوتی ہے۔

کہانی میری رودادِ جہاں معلوم ہوتی ہے
جو سنتا ہے اسی کی داستاں معلوم ہوتی ہے

غزلوں کی طرح یارؔصاحب کی نظموں اور قطعات میں بھی بڑا بانکپن ہے انہوں نے بڑی سبق آموز نظمیں اور قطعات لکھے ہیں جن میں زندگی اور محبت کے رموز واسرار اور حسنِ بیان کی رنگینیاں بڑے آب وتاب کے ساتھ جلوہ گر ہیں۔

یارؔصاحب نثر نگاری میں بھی یدِ طولیٰ رکھتے ہیں احساس کو لفظوں میں پکڑنے کی کوشش کرتے ہیں اور پھر بڑی خوبصورتی سے اظہار کے سانچے میں ڈھال دیتے ہیں کہ احساس الفاظ سے پھوٹ کر بیکراں ہوجاتا ہے۔خوش نویسی ایسی کہ بڑے بڑے کاتب شرما جائیں۔ان کے خطوط میں خلوص ومحبت کی ایسی لطیف مہک آتی ہے کہ جس سے دل دماغ میں ٹھنڈک پہنچتی ہے۔روح کو غذا ملتی ہے۔سادہ اور سلیس زبان میں الفاظ کو اس خوب صورتی سے پروتے چلے جاتے ہیں کہ بات دل میں اترتی چلی جاتی ہے۔ایسا لگتا ہے کہ یارؔصاحب سامنے بیٹھے ہوئے گفتگو کررہے ہیں۔المختصر یہ کہ وہ اس سلیقہ، چہرہ پر بلا کی سنجیدگی اور متانت، آنکھوں میں حسنِ یار کی چمک دمک جس سے حسرت ویاس اور حزن وملال ٹپکتا ہے۔یارؔصاحب کی وجدانی کیفیت قابلِ دید ہے کہ جب ان کے ہاں عشق حسن سے بغلگیر ہوتا ہے تو وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر نہ معلوم کس عالم میں پہنچ جاتے ہیں۔جب تک وہ عروسِ سخن کو شعر کے پیکر میں نہ ڈھال لیں انہیں کسی پل چین نہیں آتا۔

پروفیسر رشید احمد صدیقی صاحب نے حسرتؔ کو محبوب کا اور جگرؔ کو محبت کا شاعر کہا ہے۔میرے نزدیک یارؔصاحب حسن وعشق کے شاعر ہیں۔ان کے ہاں پیکر تراشی اور علامت نگاری نے

معنویت کے ساتھ ساتھ اندازِ بیان اور بندشِ الفاظ نے بھی قدرت اور انفرادیت کے عجیب گل بوٹے کھلائے ہیں۔ ان کے ہاں حسن لباس محتاج نہیں بلکہ لباس کو حسن سے رنگینی ملتی ہے۔ یہی بات جگرؔ نے بھی کہی ہے کہ میں زبان کو لباس اور معنویت کو محبوب تصور کرتا ہوں اور میرے نزدیک حسین وہی ہے جو بوسیدہ لباس پہن کر خود لباس کو بھی حسین بنادے نہ کہ خود محتاج زیبائش و آرائش ہو۔۔۔۔ حسرتؔ کے ہاں دو خوبیاں ہیں۔ کھری برجستگی اور معصوم شوخی۔ وہ جو محسوس کرتے ہیں اسے صاف صاف بیان کر دیتے ہیں۔۔۔۔

یارؔ صاحب نے بھی حسرتؔ کی طرح بڑی پاکیزگی اور فنکارانہ چابکدستی سے عشقیہ واردات کو اپنی شاعری میں پیش کیا ہے۔۔۔۔ آپ زندگی کی ہنگامہ آرائیوں کا مقابلہ کرنے کے بجائے اس سے منہ موڑ کے حسن و عشق کی آغوش میں پناہ لینا چاہتے ہیں۔ ان کی شاعری میں گوناگوں کیفیات اور مشاہدات سے بیشتر غزلیں عبارت ہیں۔ ایسا لگتا ہے یارؔ صاحب کا شعری مزاج غزل کے ڈھانچے کے لیے ہی بنا تھا۔ اسی لیے ان کی نظموں میں بھی غزل کا رنگ جھلکتا ہے۔۔۔۔ حضرت اصغرؔ و جگرؔ کی طرح یارؔ صاحب کے سامنے بھی شاعری کے دو اسکول ہیں دہلی اور لکھنو۔۔۔۔۔ دہلی نازک بیانی کی وجہ سے فن میں بھی بڑا کمال رکھتے ہیں۔

ہاں، ابھی کوئی ۹ سال کے بعد یارؔ صاحب ہندوستان آئے تو مجھ سے ملنے بھی دسمبر ۸۸ میں علی گڑھ تشریف لائے۔ عجیب حال تھا۔ منہ اترا ہوا اور کچھ بجھے بجھے سے معلوم ہوتے تھے۔

یہ پہلا اتفاق تھا کہ وہ یہاں تنہا آئے تھے کیونکہ ان کی اہلیہ محترمہ کا ۱۱ مئی ۸۸ کو انتقال ہو چکا تھا۔ میں نے معذرت کے ساتھ دریافت کیا۔۔۔۔۔"بھائی جان زندگی کیسی گزر رہی ہے؟ وہاں کی ادبی سرگرمیوں کا کیا حال ہے؟" کہنے لگے: "۔۔۔میں کہیں آتا جاتا نہیں ہوں، مجھے اب تنہائی زیادہ عزیز ہے۔ مگر یہ شاعری کمبخت ایسی گلے لگی ہے کہ چھٹتی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی۔" میں نے کہا کہ "بھائی جان اب اس آخری عمر میں یہی تو آپ کی ساتھی اور بقول جوشؔ مرحوم آپ کی رفیقہء حیات بھی ہے۔"

اچھا اب کچھ اشعار یارؔ صاحب کے پیشِ خدمت ہیں شاید پسند خاطر ہوں:

دنیا کے ہر اک دور سے گزرا ہوں میں لیکن
دنیا کا کوئی دور مجھے راس نہ آیا

رنگ و بوئے چمن ِ دہر میں ہر چند چھپے
دیکھنے والے مگر آپ کو پہچان گئے

کیسے نہ آئے دل کو یہ اُن کی ادا پسند
بگڑے ہیں اس پہ کہ وہ انہیں کیوں کیا پسند

یوں اٹھ رہی ہیں میری محبت پہ انگلیاں
جیسے کوئی گناہ کیے جا رہا ہوں میں

تکمیلِ کائناتِ جنوں کو چلا ہوں میں
ہاتھوں میں چند تارِ گریباں لیے ہوئے

ناشناسِ جہاں کلی ہے ابھی
روئے گی کل یہ ہنس رہی ہے ابھی

یا اڑا کرتا تھا اوجِ آسماں پر میں کبھی
یا یہ عالم ہے کہ جیسے میرے بال و پر نہیں

ہم ذکرِ بے ثباتئ گل چھیڑ دیں اگر
شبنم کو گلستاں میں رلائیں تمام رات

ڈاکٹر سید عظمت علی
علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

حمد

اے مرے پروردگارِ کائنات
اے کریم و صاحب اعلیٰ صفات

کاش ادھر بھی ہو نگاہِ التفات
ہو حیات اپنی بھی فردوسِ حیات

کر عطا مجھ کو گناہوں سے نجات
دور کردے میری ساری مشکلات

زندۂ جاوید ہو مرنے کے بعد
بخشدے تو ایسی پاکیزہ حیات

آدمیت کا تقاضا ہے برائے آدمی
باعمل ہو ماورائے ذات پات

دن تو گزرا شرحِ غم کرتے ہوئے
پھر وہی میں پھر وہی آشوبِ رات

ہوں ثنا خوانِ محمدؐ صلعم
یار کہہ دوں کیوں نہ اپنے دل کی بات

نعت

ہے مدِ نظر احترامِ محمدؐ
میں رُک رُک کے لیتا ہوں نامِ محمدؐ

وہ روئے منور وہ گیسوئے پُرخم
وہ صبحِ محمدؐ، وہ شامِ محمدؐ

پہونچکر جہاں حق سے ملتا ہے انساں
وہ ہے اللہ اللہ مقامِ محمدؐ

بپاسِ ادب سرنگوں ہے فلک بھی
مرے منہ سے سن سن کے نامِ محمدؐ

مجھے دے گی دنیا فریبِ نظر کیا
کہ اے یار میں ہوں غلامِ محمدؐ

بدرگاہِ ساقئ کوثر صلی اللہ علیہ وسلم

تشنہ کام آئے ہیں باچشمِ پُرآب اے ساقی
کھول دے میکدۂ خلد کے باب اے ساقی

شیشۂ دل میں وہ بھر دے مئے ناب اے ساقی
دیکھ کر جس کو اڑے رنگِ گلاب اے ساقی

دُور کر تشنہ لبی ساقئ کوثر ہے تُو
تجھ کو قدرت نے دیا ہے یہ خطاب اے ساقی

نشۂ کیف کا عالم کوئی اس سے پوچھے
جس نے پی ہو تری آنکھوں سے شراب اے ساقی

دوسرا تجھ سا نہیں رہبرِ دین و دنیا
تیرا واللہ نہیں کوئی جواب اے ساقی

جو گداؤں کو بھی دَم بھر میں بنا دے سلطاں
بخش دی ہے وہ ہمیں تو نے کتاب اے ساقی

تُو اگر چاہے تو پتھر کو بھی پارس کر دے
ہیں اشارے ترے اعجاز مآب اے ساقی

بارِ عصیاں کے اٹھانے کی نہیں تاب و تواں
قابلِ رحم ہیں ہم خانہ خراب اے ساقی

بادِ تخریب ابھرنے نہیں دیتی ہم کو
بحرِ دنیا میں ہیں ہم مثلِ حباب اے ساقی

حال نا گفتہ ہے اس دور میں ایمانوں کا
راہِ حق کو بھی سمجھتے ہیں سراب اے ساقی

ہے یہ ممکن کہ رہِ راست پہ آجائیں ہم
تو اگر گرمِ نوازش ہو شتاب اے ساقی

روئے روشن کو دلِ تار سے صیقل کر دے
کاش اٹھ جائے پھر اک بار نقاب اے ساقی

اپنی ہستی کا رہے ہوش نہ فکر دنیا
تُو پلا دے ہمیں کچھ ایسی شراب اے ساقی

ہم سے سرزد جو ہوئے ہیں وہ گنہ دھل جائیں
اتنا برسے تری رحمت کا سحاب اے ساقی

گلشنِ دیں میں پھر آجائے بہارِ رنگیں
ہو عطا شوقِ عبادت کو شباب اے ساقی

دست و پا مائلِ اقدامِ غلط ہوں نہ کبھی
یہ اٹھیں بھی تو پئے کارِ ثواب اے ساقی

منتظر یارِ حزیں بھی ہے کرم کا تیرے
کردے شرمندۂ تعبیر یہ خواب اے ساقی

اپنے دامن میں چھپا لے مجھے اب بہرِ خدا
ہوں میں مدت سے گرفتارِ عذاب اے ساقی

پاس میرے نہیں کچھ اشکِ ندامت کے سوا
آسرا ہوگا ترا روزِ حساب اے ساقی

O

شکرِ خدا کہ میری زباں پر ہے ان کا نام
رَگ رَگ میں میری روحِ رواں پر ہے ان کا نام

ہے ان کے حسن سے مہ و انجم میں روشنی
لوحِ حدودِ کون و مکاں پر ہے ان کا نام

تسبیح کر رہی ہے ہر اک شے درود کی
ہر برگِ نو بہار و خزاں پر ہے ان کا نام

ہے ان کی ذات باعثِ تخلیق ِ کائنات
عنوان ِ ابتدائے زماں پر ہے ان کا نام

عالم ہو کچھ بھی مدِ نظر ہے رضائے دوست
میری قبائے دردِ نہاں پر ہے ان کا نام

آئے تھے بن کے رحمتِ دنیا کبھی جو یآر
اب تک زبانِ اہلِ جہاں پر ہے ان کا نام

☆☆☆

سچ تو یہ ہے کہ نواسنجِ محبت ہوں میں
یآر اب کچھ بھی کہیں مجھ کو زمانے والے

☆

کیا سچ ہے میرا یآر بھی دنیا سے اٹھ گیا
میں نے سنی ہے آج یہ اڑتی ہوئی خبر

۱۲ربیع الاول

سوزِ عشقِ نبیؐ ہے سینے میں
دل مرا رہتا ہے مدینے میں

میں یہاں اور وہ مدینے میں
یہ بھی جینا ہے کوئی جینے میں

روضۂ پاک دیکھتا ہوں میں
چشمِ پُرنم کے آبگینے میں

لے کے سب کو جو پہونچے اس در پر
کاش میں بھی ہوں اس سفینے میں

کیا تعجب بہ فیضِ نعتِ رسولؐ
آئے خوشبو اگر پسینے میں

آب زم زم شفائے عالم ہے
خیر مضمر ہے اس کے پینے میں

یاؔر پڑھتے رہو درود و سلام
رحمتِ حق کے اس مہینے میں

میں ہوں اک خانہ بدوش اب میرا کوئی گھر نہیں
شکر ہے آرائش و زینت کا دردِ سر نہیں

دین و دنیا میں نہ ہوگا کامیاب و سرخرو
سایۂ رحمت اگر انسان کے سر پر نہیں

چل کے راہِ نیک پر خود کی ہے تلقین عمل
کوئی رہبر اس جہاں میں آپ سے بڑھ کر نہیں

رحمۃ اللعالمیں تم بندۂ عاصی ہوں میں
کچھ بھی ہو اب چھوڑنے کا میں تمہارا در نہیں

کیا کروں میں حشر میں دعویٰ ِ خونِ آرزو
ایک دھبہ تک لہو کا میرے دامن پر نہیں

یا اڑا کرتا تھا اوجِ آسماں پر میں کبھی
یا یہ عالم ہے کہ جیسے میرے بال و پر نہیں

بخش دیں گے شافعِ محشر مجھے بھی بالیقیں
روزِ محشر کا مجھے اے یآر کوئی ڈر نہیں

O

پڑ گئی اک بتِ کافر پہ نظر آپ سے آپ
دل میں ہے درد تڑپتا ہے جگر آپ سے آپ

لاکھ ہے پاس مجھے ضبطِ محبت کا مگر
ہو ہی جاتا ہے رواں دیدۂ تر آپ سے آپ

چاہتا تو ہوں نہ جاؤں سوئے میخانہ مگر
کھینچ لے جاتا ہے دل مجھ کو اُدھر آپ سے آپ

فصلِ گل آتے ہی دیوانگی بڑھ جاتی ہے
پڑتی ہے جیب و گریباں پہ نظر آپ سے آپ

خوشبوئے یار نسیمِ سحری لاتی ہے
آنکھ کھل جاتی ہے ہنگامِ سحر آپ سے آپ

صبر کر آہ میں اے یار اثر ہونے دے
ہو رہے گا وہ جو ہے مدِ نظر آپ سے آپ

O

اس نے دیوانہ کر دیا ہے مجھے
پھر بھی اپنا سمجھ رہا ہوں اسے

منہ لگاتا نہیں ہے کوئی مجھے
حال اپنا سناؤں بھی تو کسے

میں نے کیا کچھ کیا نہ ان کے لیے
وہ مگر میرے آج تک نہ ہوئے

جیسے یہ بات کوئی بات نہ ہو
لے کے دل وہ کچھ ایسے بھول گئے

ان کی الفت کا مدعی ہوں یآر
اب جو چاہے مجھے زمانہ کہے

میں دل کو اس کے سامنے لے جا کے رہ گیا
پتھر سے ایک شیشہ کو ٹکرا کے رہ گیا

پروانہ شمع حسن پہ لہرا کے رہ گیا
افسانۂ حیات کو دہرا کے رہ گیا

اللہ رے احترامِ محبت کی کاوشیں
آئے وہ سامنے تو میں گھبرا کے رہ گیا

یہ کیا ہوا یہ کون اسے آگیا نظر
دیکھا جو آئینہ تو وہ جھنجھلا کے رہ گیا

نیرنگیٔ جہاں سے یہ واقف نہ تھا ابھی
دامِ فریبِ حسن میں دل آکے رہ گیا

رہتا نہیں جہاں رہِ منزل میں امتیاز
دل مجھ کو اس مقام پہ پہونچا کے رہ گیا

اے یآر کیوں فضائے جہاں ہوگئی خموش
یہ کس کا نام لب پہ مرے آکے رہ گیا

O

ہستئ فانی کو نذرِ روئے زیبا کردیا
مٹ کے دنیا میں مذاقِ درد پیدا کردیا

آنکھ میں میری جھلکتا تھا جو آنسو کی طرح
یاد نے تیری اسی قطرے کو دریا کردیا

مجھ سے پوچھے عظمتِ سنگِ درِ جاناں کوئی
کی ہے کچھ اتنی جبیں سائی کہ کعبہ کر دیا

اک کرشمہ تھا یہ میرے اضطرابِ شوق کا
جو پسِ پردہ تھا اس کو پیشِ پردا کردیا

ایک احساں یہ بھی ہے منجملہ احساناتِ عشق
فاش یارِ خستہ جاں پر رازِ دنیا کردیا

O

حسنِ عالم سوز کو جب راز بن جانا پڑا
تار ہائے غم کا دل کو ساز بن جانا پڑا

اک دلِ معصوم کو تسخیر کرنے کے لیے
ہر ادائے حسن کو اعجاز بن جانا پڑا

میں تھا جویائے حقیقت آشنائے غم رہا
طالبِ عشرت کو دنیا ساز بن جانا پڑا

بڑھ گیا جب رفتہ رفتہ اِتّصالِ حسن و عشق
ایک اشکِ چشم کو غمّاز بن جانا پڑا

رات کچھ اس طرح چھیڑی دل نے رودادِ الم
شب کی خاموشی کو بھی آواز بن جانا پڑا

مثلِ موسیٰ تابِ نظارہ نہ دنیا لا سکی
حسن کو مجبور ہو کر راز بن جانا پڑا

گونج اٹھا نغمۂ الفت فضائے دہر میں
ہر صدا کو یار کی آواز بن جانا پڑا

ہ

رنگ دلکش ہے چھلکتے ہوئے پیمانوں کا
سرخرو کیوں نہ ہر اک دور ہو میخانوں کا

عالمِ شوق یہ ہے اب ترے دیوانوں کا
فکر داماں کی ہے نہ ہے ہوش گریبانوں کا

نذرِ آتش ہوئے پروانے سرِ بزم آکر
خیر مقدم یہ کیا شمع نے مہمانوں کا

آج آیا ہے لبِ بام کوئی پردہ نشیں
امتحاں مدِ نظر ہے اسے ایمانوں کا

مرنے والوں کا نہ ہوتا کوئی رونے والا
ساتھ دیتی نہ اگر شمع بھی پروانوں کا

التفات اپنے ہی اے یار نہ جب فرمائیں
کیا کرے ذکرِ تغافل کوئی بیگانوں کا

O

کاش کچھ اور میں ناکامِ تمنا ہوتا
وہ بھی کہتے کوئی ایسا مرا شیدا ہوتا

دردِ دل میں جو کمی ہے تو یہ رونا ہے اب
اچھا ہوتا نہ کبھی وہ تو یہ اچھا ہوتا

مرتے دَم تک یہ تمنا رہی میرے دل میں
آپ نے بھی کبھی آکر مجھے دیکھا ہوتا

پھول ہنستے ہیں چمن میں کہ بہار آئی ہے
وہ بھی ایسے میں جو آجاتے تو اچھا ہوتا

میں نے چاہا تھا جسے وہ کبھی میرا نہ ہوا
زندگی میں یہ تمنا تھی کہ میں یار کسی کا ہوتا

○

جلوہ گر وہ کہیں نہ ہو جائے
ہر ادا دلبریں نہ ہو جائے

بیوفا وہ کہیں نہ ہو جائے
بدگمانی یقیں نہ ہوجائے

یہ تری ہاں نہیں نہ ہو جائے
سچ فریبِ یقیں نہ ہو جائے

چشمِ الفت نہ رو خدا کے لیے
راز افشا کہیں نہ ہو جائے

بس کر اے جذبِ دل کہ بے پردہ
کوئی پردہ نشیں نہ ہو جائے

کر تو دوں عرضِ مدعا لیکن
ڈر ہے نذرِ نہیں نہ ہو جائے

روزِ محشر کا انتظار کجا
فیصلہ کچھ یہیں نہ ہو جائے

رہتا ہوں اشکبار میں جب تک
تَر مری آستیں نہ ہو جائے

اُن کی آمد سے باعثِ عظمت
کیوں فلک پر زمیں نہ ہو جائے

آیار اب حمدِ باری و نعت
خاتم المرسلیں نہ ہو جائے

☆☆☆

ناکامیوں پہ اپنی اکثر یہ سوچتا ہوں
کیا اس جہاں میں میرا کوئی خدا نہیں ہے

☆

کچھ تار ہیں داماں کے کچھ تار گریباں کے
لایا ہے تری خاطر کیا کیا ترا دیوانہ

☆

کچھ نہ کچھ تو ہے ابھی احساسِ حالِ دل مجھے
اور تھوڑی سی پلا دے ساقیٔ محفل مجھے

کس سے شکوہ کروں میں عالمِ تنہائی کا
کوئی ہمدرد نہیں دشت میں صحرائی کا

کوئی دیکھے تو یہ منظر چمن آرائی کا
ہے جنوں دست بداماں ترے سودائی کا

یہ کرشمہ ہے ترے حسن کی رعنائی کا
شکوہ کرتا ہے ہر اک آدمی بینائی کا

میں پرستارِ محبت ہوں ازل سے ان کا
مجھ کو حاصل ہے شرف ان کی شناسائی کا

ہمت افزائے محبت تھے کبھی وہ لیکن
اب انہیں شوق ہوا ہے ستم آرائی کا

کیا قیامت ہے ادھر دیکھ تو جانے والے
ساتھ چھوٹے نہ کہیں صبروشکیبائی کا

میرے دردِ دلِ مضطر کو تو اچھا کردے
تجھ کو دعوٰی ہے اگر اپنی مسیحائی کا

انقلاباتِ محبت ہیں وصال اور فراق
دخل نادانی کا اس میں ہے نہ دانائی کا

زندگی میں تو گزاروں بخوشی یار مگر
مسئلہ سب سے بڑا ہے مری تنہائی کا

☆☆☆

کیا نہ غور کبھی اس پہ ہنسنے والوں نے
کہ چاہتا ہے مرا جی بھی مسکرانے کو

☆

تکمیلِ کائنات ِ جنوں کو چلا ہوں میں
ہاتھوں میں چند تارِ گریباں لیے ہوئے

ہ

وہ دل جو تیری الفت میں مبتلا نہیں ہے
مقصودِ زندگی سے راز آشنا نہیں ہے

آنکھوں میں جاگزیں ہے دل میں مرے مکیں ہے
کہنے کو وہ جدا ہے لیکن جدا نہیں ہے

ناکامیوں پہ اپنی اکثر یہ سوچتا ہوں
کیا اس جہاں میں کوئی میرا خدا نہیں ہے

آنکھوں کا نور ہو جو دل کا سرور ہو جو
ایسا حسین کوئی تیرے سوا نہیں ہے

ذوقِ نظر کو میرے دیتا ہے دوش کیوں تو
یہ تیرا حسنِ رنگیں کیا دلربا نہیں ہے

پہلے کی طرح اب کیوں ملتے نہیں وہ مجھ سے
برسوں کی دوستی کا یہ تو صلہ نہیں ہے

اے یؔار اپنی ہستی کردی ہے نذرِ الفت
اب میرے پاس کچھ بھی اس کے سوا نہیں ہے

○

وہ کبھی میرے گھر نہیں آتا
وعدہ کرتا ہے پر نہیں آتا

جس کو اپنا سمجھ رہا ہوں میں
وہ بھی اپنا نظر نہیں آتا

مسکراتا نہیں ہے وہ جب تک
رنگِ شام و سحر نہیں آتا

یوں تو ہیں اور بھی حسیں لیکن
تم سے بہتر نظر نہیں آتا

بھول جاتا ہوں راہِ منزل میں
راس مجھ کو سفر نہیں آتا

رنگ و بو میں بھی اس کے جلوے ہیں
سامنے وہ مگر نہیں آتا

یار سمجھا رہا ہوں دل کو بہت
راہ پر وہ مگر نہیں آتا

○

تجھے میرا زمانہ ڈھونڈ لے گا
غمِ دل کا فسانہ ڈھونڈ لے گا

چھپے تو لاکھ نظروں سے ہماری
مذاقِ عارفانہ ڈھونڈ لے گا

رہِ الفت میں حالِ زار میرا
کوئی رنگیں ترانہ ڈھونڈ لے گا

ترا تیرِ نظر ہے اجنبی لیکن
مرے دل کا نشانہ ڈھونڈ لے گا

نیازِ عشق اذنِ حسن پا کر
کہیں وقتِ سہانہ ڈھونڈ لے گا

رہے یہ جذبۂ الفت سلامت
ترا ہر جا ٹھکانہ ڈھونڈ لے گا

عبث ہے یار اس سے امیدِ وفا
وہ پھر کوئی بہانہ ڈھونڈ لے گا

O

یوں گرمِ تجلی ہو اے پیکرِ یکتائی
ہر شے میں ترے جلوے دیکھے مری بینائی

دیکھیں نہ مرے دل کو وہ بن کے تماشائی
چھوٹ جائیں نہ ہاتھوں سے دامانِ شکیبائی

اس نے بھی کیے وعدے ہم نے بھی قسم کھائی
لیکن وہ گھڑی بھی ہم دونوں کو نہ راس آئی

ہر چند پکارا ہے وہ آئے نہ موت آئی
تنہائی سی تنہائی ہے یہ مری تنہائی

گزرے گی خدا جانے کیا آج مرے دل پر
تھا جس کا گِلہ دن میں پھر رات وہی آئی

سَر لے لیا اپنے ہر الزامِ محبت بھی
چاہا نہ کبھی میں نے ہو آپ کی رسوائی

محروم ہوں اب تک میں جلوؤں سے ترے یارب
کہتے ہیں مگر تجھ کو سب شاہد ہر جائی

اب کچھ بھی کہے دنیا میں ان کا دیوانہ ہوں
ہو یہ مری نادانی یا ہو مری دانائی

اے یآر وہ کچھ ایسے انجان سے بیٹھے ہیں
جیسے نہ کبھی ان سے ہو میری شناسائی

☆☆☆

یآر سمجھا رہا ہوں دل کو بہت
راہ پر یہ مگر نہیں آتا

☆

ہم گنہگار و طلب گارِ نجات
کیا رکھیں سَر پر کسی کے اپنا ہاتھ

O

اے ہمنشیں یہ عالمِ دردِ نہاں ہے اب
آتا نہیں سمجھ میں کدھر ہے کہاں ہے اب

یہ بھی کرم ہے اس کا کہ نامہرباں ہے اب
دل آشنائے لذتِ دردِ نہاں ہے اب

تھی ابتدائے عشق تو مجھ پر تھا اعتبار
لیکن قدم قدم پہ مرا امتحاں ہے اب

ہر شے کبھی تھی عظمتِ انساں سے نابلد
مداح اُس کے حسن کا سارا جہاں ہے اب

اے یار دوستی پہ کبھی جس کی ناز تھا
ہے حسنِ اتفاق کہ وہ بدگماں ہے اب

کر رہی ہے بزمِ دوعالم کو معطر بوئے دوست
اڑتی پھرتی ہے وہ بردوشِ ہوائے کوئے دوست

حضرتِ دل آپ جانے کو وہاں جاتے تو ہیں
دیکھنا آساں نہیں لیکن جمالِ روئے دوست

خواہشِ عیش و مسرت ہے نہ فکرِ دردوغم
اے زہے قسمت کہ ہوں محوِ خیالِ روئے دوست

ہاں یہ گلہائے گلستانِ جہاں اچھے تو ہیں
لیکن اے گلچیں نہیں ہے ان میں رنگ و بوئے دوست

دوسرے ہوتے ہیں مقبولِ نگاہِ التفات
دیکھتا ہوں ایک حسرت سے مگر میں سوئے دوست

رشک کرتا ہے مرے حسنِ عقیدت پر جہاں
آ گئی ہے مجھ کو راس آب و ہوائے کوئے دوست

زندگی بے سود ہے حسن و محبت کے بغیر
یار ہے انسانیت محتاجِ رنگ و بوئے دوست

O

حضرتِ دل انتظارِ صبحِ فردا ہے عبث
گل رخوں کا اعتبارِ حسنِ وعدہ ہے عبث

خواہشِ راحت عبث ہے فکرِ ایذا ہے عبث
دیکھنا خوابِ ثباتِ رنگ دنیا ہے عبث

کر نہیں سکتا بجز ان کے کوئی اس کا علاج
چارہ گر، دردِ محبت کا مداوا ہے عبث

کل خدا معلوم کروٹ لے زمانہ کس طرف
میرے حالِ زار پر وہ آج ہنستا ہے بہت

حق بہ جانب ہے نگاہِ غیر سے چھپنا ترا
لیکن اپنے چاہنے والے سے پردا ہے عبث

کام آڑے وقت دنیا میں کوئی آتا نہیں
دوسروں کا اے دلِ ناداں سہارا ہے عبث

یار نیرنگِ محبت کو سمجھ رکھا ہے کھیل
کیا تماشہ ہے کہ تو محوِ تماشہ ہے عبث

O

فرمایئے تو مجھ سے ہوا کیا قصور آج
دیکھا تھا میں نے آپ کی جانب ضرور آج

ہر صاحبِ نگاہ کو ہے اشتیاقِ دید
شہرت ہے اس کے حسن کی نزدیک و دور آج

رہتے نہیں جہاں میں سدا دن بہار کے
ان کو عبث ہے حسن پہ اپنے غرور آج

ناداں ہیں قدرِ دل وہ ابھی جانتے نہیں
آجائے گا کبھی جو نہیں ہے شعور آج

کوئی نہیں ہے یار بجز ناخدائے شوق
کرنے چلا ہوں بحرِ محبت عبور آج

شامِ غم مجھ کو وہ جب یاد آیا
دور گزرا ہوا تب یاد آیا

سحر آگیں تھیں نگاہیں اس کی
دل لگانے کا سبب یاد آیا

تھی نمائش کہ دلوں کی تسخیر
حسن کا حسنِ طلب یاد آیا

آیا ہے وہ دَمِ آخر ملنے
اپنا وعدہ اسے کب یاد آیا

کردیا خم سرِ تسلیم وہیں
اس کا جب غیض و غضب یاد آیا

دل بھر آیا ہوئیں آنکھیں پُر نم
یآر اپنا مجھے جب یاد آیا

○

حالِ دلِ مضطر کی ہو ان کو خبر کیونکر
یارب مری آہوں میں پیدا ہو اثر کیونکر

رگ رگ میں مری اب تک نشتر سا کھٹکتا ہے
معلوم نہیں اس نے دیکھا تھا اِدھر کیونکر

میں روک لوں آہوں کو میں ضبطِ فغاں کر لوں
تھم جائیں مگر میرے یہ دیدۂ تر کیونکر

شوریدہ سری ہے یا اعجازِ جبیں سائی
دَر سے ترے کیا جانے اٹھتا نہیں سر کیونکر

دل ہو کہ جگر میرا جو کچھ بھی ہے سب ان کا
سمجھیں وہ مجھے اپنا اے یؔار مگر کیونکر

O

محبت رنگ لائی ہے ترا تیرِ نظر ہو کر
کہیں ہے خونِ دل ہو کر کہیں خونِ جگر ہو کر

وہ رودادِ الم مضمر تھی شرحِ زندگی جس میں
زباں پر رہ گئی ہے داستانِ مختصر ہو کر

خوشی بھی ہے مری غم آشنا یادش بخیر اے دل
محبت عود کر آئی ہے اشکِ چشمِ تر ہو کر

الجھ کر زلفِ پیچاں میں نکلنا دل کا مشکل ہے
مہم یہ اور بھی دشوار ہوجاتی ہے سَر ہو کر

ترے کوچہ میں اک مدت سے گرمِ جستجو ہوں میں
مرے اوراقِ ہستی کھو گئے ہیں منتشر ہو کر

کلامَ یآر گو تشہیرِ دنیا سے تھا بیگانہ
چمک اٹھا مگر مقبولِ اربابِ نظر ہو کر

ہر شے میں دیکھتا ہوں اسی کو میں جلوہ گر
بدنام ہو رہی ہے جہاں میں مری نظر

معمور ہو خلوصِ محبت سے دل اگر
ممکن نہیں کہ آہ میں پیدا نہ ہو اثر

کرتا رہا کسی سے میں باتیں تمام رات
لیکن حدیثِ دل نہ ہوئی ختم تا سحر

مجھ سے اگر نہیں ہے تعلق کوئی تو پھر
شرما رہے ہیں کیوں وہ مجھے دیکھ دیکھ کر

منزل قریب آئی تو اپنا نہ تھا کوئی
مجھ کو اکیلا چھوڑ گئے میرے ہم سفر

اس وقت ہوں میں ان سے تصور میں ہم کلام
میری شبِ فراق کی یارب نہ ہو سحر

کیا سچ ہے میرا یار بھی دنیا سے اٹھ گیا
میں نے سنی ہے آج یہ اڑتی ہوئی خبر

O

میں نے دیکھا ہی نہیں اے گردشِ لیل و نہار
کب گئی اور آئی تھی کب میرے گلشن میں بہار

ترجمانِ داستانِ غم ہے میرا حالِ زار
امتحاں کیا اور ابھی باقی ہے اے پروردگار

بے خبر انجام سے آسودۂ منزل ہیں لوگ
بیکسوں کی کوئی سنتا ہی نہیں چیخ و پکار

کر چکا ہے بارہا عذرِ وفا وہ بے وفا
اس کے وعدوں کا میں پھر بھی کر رہا ہوں اعتبار

محوِ حیرت ہوں کہ سب کہتے ہیں کیوں معصوم اسے
دیکھتے ہی جو اڑا لے جاتا ہے صبرو قرار

لاکھ ہوں ذوقِ طلب کی مدعی دنیا مگر
اس کی الفت کا خلوصِ دل پہ ہے دارومدار

چل بسا آخر مریضِ ہجر یہ کہتا ہوا
زندگی میں تھی یہی تو انتہائے انتظار

تجزیہ کر کے محبت کا کبھی دیکھیں تو ہم
نیند کیوں آتی نہیں رہتا ہے دل کیوں بے قرار

دے رہا ہے وہ مجھے اب تک فریبِ دوستی
میں نے سمجھا ہے اسے لیکن ہمیشہ اپنا یار

☆☆☆

کہتے ہیں پاسِ وفا پاسِ محبت اس کو
شمع جلتی ہے تو پروانے بھی جل جاتے ہیں

☆

حسن اور عشق کی عظمت کا خدا حافظ ہے
ان کے قصے رسن و دار تک آپہونچے ہیں

O

ادھر بھی اک نگاہِ کرم غریب نواز
کہ ہوں کشتۂ جورو ستم غریب نواز

کبھی نہ دردِ محبت ہو کم غریب نواز
دمِ خوشی بھی رہے چشم نم غریب نواز

صدا یہ آتی ہے ہر دم دلِ شکستہ سے
کہ مجھ غریب کا رکھ لو بھرم غریب نواز

رہے کبھی نہ مرا دامنِ طلب خالی
بڑھے جو آپ کا دستِ کرم غریب نواز

شبِ فراق عجب عالمِ محبت ہے
پکار اٹھتے ہیں رہ رہ کے ہم غریب نواز

یہ مانا میں نے کہ مجبور ہوں غریب ہو ں میں
مگر ہیں آپ خدا کی قسم غریب نواز

کلامِ یآر بھی مقبولِ عام ہو جائے
عطا ہو اس کو بھی حسنِ رقم غریب نواز

ہ

جذبۂ شوقِ شہادت لے چلا قاتل کے پاس
آرزو لائی نویدِ زندگی بسمل کے پاس

نیند آجاتی ہے جب شب میں مجھے پہلے پہر
دیتا ہے آواز کوئی آ کے میرے دل کے پاس

اللہ اللہ لذتِ دشواریٔ راہِ طلب
واپس آجاتا ہوں خود جا جا کے میں منزل کے پاس

ہے یہ کیسا شورِ طوفاں کیوں ہیں موجیں بے قرار
کشتیٔ دل ڈوبنے والی ہے کیا ساحل کے پاس

سوزِ غم سے جلتے جلتے شمع بھی گھلنے لگی
خاک پروانوں کی اڑتے دیکھ کر محفل کے پاس

چار حرفِ آرزو نذرِ تغافل ہوگئے
چار حرفِ آرزو بھی اب نہیں سائل کے پاس

جلوہ ہائے حسن ان کے ہیں نمایاں اس طرح
جیسے آتے ہیں نظر تارے مہِ کامل کے پاس

دیکھتا ہوں ان کا اندازِ نظر اے یآر میں
ہٹ کے منزل سے کبھی آ کر کبھی منزل کے پاس

ہے گلستانِ جہاں میں رنگ و بو جس کا لباس
دیکھتا ہوں اس کو اکثر جلوہ آرائے قیاس

سن کے ہو جاتے ہیں جس کو سننے والے دَم بخود
ہے مرے افسانۂ غمگیں کا وہ اک اقتباس

صاحبِ دل ہے وہ جس کے دل میں ہو الفت تری
زندگی اس کی ہے جس کو زندگی آجائے راس

چین پڑتا ہی نہیں یارب کسی پہلو مجھے
ہے یہ کیا شے جو چبھا کرتی ہے میرے دل کے پاس

حسن کے جلوے نظر آتے ہیں ہر شے میں مجھے
پڑ رہا ہے سارے عالم پر یہ کس کا انعکاس

تھیں مری ناکامیاں کتنی حقیقت آشنا
دے رہے ہیں آج درسِ معرفت حرمان و یاس

اس میں بھی پنہاں ہے اس کی ایک شانِ التفات
کیوں تغافل کو برا کہتا ہے یارِ ناسپاس

O

گزرا ہوں کئی بار تری راہ گزر سے
محروم ابھی تک ہوں مگر حسنِ نظر سے

آئے تھے مرے ساتھ وہ جس راہ گزر سے
یاد آئے بہت پلٹا ہوں تنہا جب ادھر سے

دو خون نہ ہو جائیں کہیں تیرِ نظر سے
کھو بیٹھے نہ ہاتھ اپنے کوئی قلب و جگر سے

کر دیتی ہے بے تاب مجھے یاد کسی کی
آتی ہے جب آوازِ اذاں شام و سحر سے

ان کے لب و دندان میں ہے سرخی بھی چمک بھی
تشبیہ نہ کیوں دوں میں انہیں لعل و گہر سے

ہے اب تو یہی اپنی محبت کا تقاضا
پیغام بلانے کا مجھے آئے اُدھر سے

اے یار میں کرتا ہوں اسے یاد ابھی تک
دیکھا تھا مجھے اس نے کچھ اس طرح نظر سے

ہ

دل کسی سے لگالیا کیا ہے
بات کیا ہے تمہیں ہوا کیا ہے

پھونک دے دل کہیں نہ سوزِ دروں
کچھ دھواں سا یہ اٹھ رہا کیا ہے

تو بنا کر بگاڑ دیتا ہے
یہ تماشہ مرے خدا کیا ہے

میں نے دیکھا اسے مجھے اس نے
اور الفت کا واقعہ کیا ہے

چاہنا بھی تمہیں اگر ہے گناہ
یہ براہے تو پھر بھلاکیا ہے

پہلے خوش فہمی پھر شکر رنجی
ابتدا اور انتہا کیا ہے

دو دلوں میں ہے صرف انا مانع
ورنہ آپس میں فاصلہ کیا ہے

ان پہ پڑنے لگی جو سب کی نظر
بولے آخر یہ ماجرا کیاہے

یآر دیوانہ ہے وہ کیا سمجھے
ناروا کیاہے اور روا کیاہے

O

ایسے بھی ہوتے ہیں کچھ انجانے لوگ
جیسے ہوں وہ جانے اور پہچانے لوگ

کہتے ہیں کیا کیا مجھے کیا جانے لوگ
میں ہوں دیوانہ کہ ہیں دیوانےلوگ

اس کی الفت بھی ہے کیا کوئی گناہ
لکھتے ہیں پھر کیوں مرے افسانے لوگ

اس کی چشمِ مست کا ہے فیضِ عام
پیتے ہیں پیمانے پر پیمانے لوگ

پہلے تھے نا آشنائے رنگ و بو
اب ہیں شمعِ حسن کے پروانے لوگ

بے وفائی اس کی ہے ضرب المثل
آتے ہیں پھر کیوں مجھے سمجھانے لوگ

یار دیکھو تو زمانہ سازیاں
بن کے اپنے ہوگئے بیگانے لوگ

حسن خود دے رہا ہے دعوتِ عام
ہوگیا عشق مفت میں بد نام

ہے بدستور میری صبح و شام
کر سکی کچھ نہ گردشِ ایام

لاکھ دیکھا ہے ان کو ڈر ڈر کے
آنکھ پھر بھی ہے موردِ الزام

دیکھ کر اس کی چشمِ بادہ ریز
بھر لیے مے کشوں نے اپنے جام

ہو گیا دل فدائے حسنِ دوست
خیر آیا تو وہ کسی کے کام

لذتِ درد و غم نہ ہو جس میں
ایسی الفت کو دور ہی سے سلام

کہتے کہتے گزر گئیں صدیاں
داستانِ الم ہوئی نہ تمام

یار شرمندۂ وفا ہیں وہ
کیوں نہ لے لوں میں اپنے سر الزام

O

ہر ایک شے کو نظر سے گرا رہا ہوں میں
کسی کے حسن کو اپنا بنا رہا ہوں میں

ستارے لرزہ براندام ہیں فضا خاموش
کہ سرگزشتِ محبت سنا رہا ہوں میں

کیا ہے خونِ جگر جمع گوشہ گوشہ میں
قفس کو اپنے گلستاں بنا رہا ہوں میں

عجیب چیز ہے نیرنگیٔ محبت بھی
کہ درد دل میں ہے اور مسکرا رہا ہوں میں

نہ فکرِ جادۂ منزل نہ ہوشِ منزل ہے
خبر نہیں ہے کہاں آیار جا رہا ہوں میں

ناقابلِ یقیں ہیں قول و قرارِ عالم
ناپائیدار ہے یہ کیا اعتبارِ عالم

میں ہو چکا ہوں کب کا مٹ کر غبارِ عالم
لیکن وہی ہے اب تک لیل و نہارِ عالم

یہ کہیے تا بہ منزل لے آئی تیری الفت
مشکل بہت تھی ورنہ یہ رہ گزارِ عالم

اس نے تو کی بہر نوع تزئینِ بزم لیکن
آئے نہ راس مجھ کو نقش و نگارِ عالم

محرومِ لذتِ غم رہتا سدا زمانہ
ذوقِ طلب نہ ہوتا گر سازگارِ عالم

وہ جب ہوئے ہیں برہم یا جب وہ ہنس دیے ہیں
دیکھا ہے میں نے رنگِ حسنِ بہارِ عالم

عالم ہے ایک یہ بھی پُرساں نہیں ہے کوئی
عالم تھا ایک وہ بھی جب میں تھا یارِ عالم

O

میں نے دیکھا ہو آنکھ بھر نہ کہیں
لگ گئی ہو اسے نظر نہ کہیں

اس کو یار اپنا جان کر نہ کہیں
دے دیا ہو دل و جگر نہ کہیں

چھپ گئے یوں وہ دیکھ کر مجھ کو
جیسے دیکھا ہو پیشتر نہ کہیں

وہ تو موجود تھا ہر اک شے میں
میں نے دیکھا اسے مگر نہ کہیں

ہم کلام ان سے ہوں شبِ فرقت
ہو مخل آمدِ سحر نہ کہیں

پھر گیا ہے وہ اپنے وعدے سے
ہو یہ ماحول کا اثر نہ کہیں

یار کو اب کہو نہ آوارہ
آ گیا ہو وہ راہ پر نہ کہیں

O

قریب تر ہوں میں ان سے کوئی ضرور نہیں
وہ لاکھ دور سہی پھر بھی دل سے دور نہیں

نظر نہ آئیں جسے تیرے حسن کے جلوے
وہ آنکھ آنکھ تو ہے لیکن اس میں نور نہیں

انہیں نہ دیکھ سکوں میں یہ ہو نہیں سکتا
مذاقِ دل ہے یہ کوئی مذاقِ طور نہیں

نہ جانے آئے ہیں وہ خود کہ ہے خیال ان کا
یہ محویت ہے کہ اتنا بھی اب شعور نہیں

نمودِ حسن جہاں کو سدا سراہا ہے
کہوں میں کیسے کہ دل کا مرے قصور نہیں

مری نظر میں نہیں اہمیت گناہوں کی
ترے کرم پہ مجھے ناز ہے غرور نہیں

یہ مانا کشتۂ جور و ستم ہے یآر ترا
زبان کھلنے کی لیکن ترے حضور نہیں

○

کسی کا حاصلِ حسنِ نظر رہا ہوں میں
کبھی قریب کبھی دور ہو گیا ہوں میں

کچھ اتنا خوگرِ بیداد ہو گیا ہوں میں
ہے درد دل میں مگر مسکرا رہا ہوں میں

فریبِ ساحل و طوفاں سے آشنا ہوں میں
شکستہ کشتیٔ الفت کا ناخدا ہوں میں

سکوتِ شب ہے ستارے ہیں لرزہ بر اندام
کہ داستانِ محبت سنا رہا ہوں میں

رہِ طلب میں ہے منزل کو جستجو میری
قریبِ منزلِ مقصود کھو گیا ہوں میں

وہ آگئے ہیں تو عالم ہے یہ خوشی سے مرا
کہ جیسے دولتِ کونین پا گیا ہوں میں

کہاں وہ حسنِ کرم اور کہاں یہ مشقِ ستم
تری نگاہ میں کل کیا تھا آج کیا ہوں میں

وہ دے رہے ہیں تسلی مجھے شبِ فرقت
یہ میرا خوابِ حسین ہے کہ جاگتا ہوں میں

ٹھہر سکے نہ کہیں مدعی محبت کے
رہِ طلب میں مگر یآر باوفا ہوں میں

وہ بات جو ہے ان کی معصوم دلکشی میں
میں نے قسم خدا کی دیکھی نہیں کسی میں

تاخیر جب ہوئی ہے کچھ دَورِ میکشی میں
آنکھوں سے ان کی میں نے پی لی ہے تشنگی میں

اچھا ہے وقت جو بھی گزرے ہنسی خوشی میں
رکھا ہی اور کیا ہے دو دن کی زندگی میں

دردِ جگر ہے، غم ہے، حسرت ہے، چشمِ نم ہے
ہمدرد میرے کیا کیا ہیں میری بیکسی میں

وہ ہار کر بھی جیتے ہم جیت کر بھی ہارے
ایسے بھی کھیل ہم نے کھیلے ہیں زندگی میں

یوں ہی سہی بہر نوع باہم رہے تعلق
ہم آئینہ میں دیکھیں اور آپ آرسی میں

پردوں میں رنگ و بو کے چھپتے رہے وہ لیکن
دیکھا کیا میں ان کو جلوؤں کی روشنی میں

ہر سمت ہو رہے ہیں دارورسن کے چرچے
کیا جانے کہہ دیا ہے کیا میں نے بے خودی میں

آئیں نہ راس مجھ کو رنگینیاں جہاں کی
گزری ہے عمر میری یآر اس کی بندگی میں

☆☆☆

یوں اٹھ رہی ہیں میری محبت پہ انگلیاں
جیسے کوئی گناہ کیے جا رہا ہوں میں

☆

اہل چمن میں محو ِتماشائے رنگ و بو
میں آشیاں سے دور ہوں فصلِ بہار میں

○

ہے تو کوئی ضرور جسے دیکھتا ہوں میں
آتا نہیں سمجھ میں کسے دیکھتا ہوں میں

تھے معترض کبھی جو مرے انتخاب پر
اب وہ بھی دیکھتے ہیں جسے دیکھتا ہوں میں

شاہد ترے وجود کا ہے میرا ہر نفَس
شہ رگ سے بھی قریب تجھے دیکھتا ہوں میں

آتا ہے کامیاب جو تیری حریم سے
حسرت سے بار بار اسے دیکھتا ہوں میں

گلہائے نو بہار میں روحِ رواں ہے تُو
پردوں میں رنگ و بو کے تجھے دیکھتا ہوں میں

اے یآر ہے یہ عالمِ محویتِ خیال
وہ مجھ کو دیکھتا ہے اسے دیکھتا ہوں میں

O

یہ بھی قسمت نے دن دکھائے ہیں
تھے جو اپنے وہ اب پرائے ہیں

ایسے بھی انقلاب آئے ہیں
دوستی نے بھی گل کھلائے ہیں

رنگ و بو میں بھی آب وِ گل میں بھی
جلوے اس نے ہمیں دکھائے ہیں

چھیڑ دی ہے جو داستانِ الم
سننے والوں کے دل بھر آئے ہیں

ہیں حسیں اور بھی یہاں لیکن
آپ مجھ کو پسند آئے ہیں

خوگرِ غم بنا دیا ہے مجھے
اختلافات راس آئے ہیں

اتنی روشن نہ تھی یہ بزمِ حیات
چار چاند آپ نے لگائے ہیں

دیکھ کر میری کیفیاتِ جنوں
چاند تارے بھی مسکرائے ہیں

خیر ہو میرے یآر کی یارب
کیوں اسے دیکھنے سب آئے ہیں

O

سنتا آیا ہوں یہی لوگ کہا کرتے ہیں
چاہنے والوں پہ اپنے وہ جفا کرتے ہیں

اللہ اللہ میں جنہیں اپنا کہا کرتا تھا
دَم وہی غیر کا ہر وقت بھرا کرتے ہیں

خود تو ہوتا نہیں ان کو کبھی احساسِ وفا
اور پھر مجھ سے وہ امیدِ وفا کرتے ہیں

حسن خود سامنے آتا ہے نمائش کے لیے
دل کو وہ مفت میں بد نام کیا کرتے ہیں

کہہ دیا اس نے مجھے دے کے محبت اپنی
جا تجھے آج سے پابندِ وفا کرتے ہیں

نیند اڑ جاتی ہے ہوتی ہے سحر مشکل سے
ہم تو مر مر کے شبِ ہجر جیا کرتے ہیں

جرم یہ ہے کہ کبھی کی تھی محبت ان سے
بدلے گن گن کے ابھی تک وہ لیا کرتے ہیں

چھیڑتے رہتے ہیں اے یاؔر ہم اکثر ان کو
نقشِ الفت میں نئے رنگ بھرا کرتے ہیں

زندگی کا کچھ اعتبار نہیں
عارضی ہے یہ پائیدار نہیں

کوئی پُرسانِ حالِ زار نہیں
میرا دنیا میں کوئی یار نہیں

چشمِ خود بیں ہو یا دلِ معصوم
اب کسی کا بھی اعتبار نہیں

کیا ہو تعریفِ حسنِ شہرِ حبیب
اس سے بہتر کوئی دیار نہیں

کوئی دیکھے تو بیکسی میری
اپنے دل پر بھی اختیار نہیں

دوسروں کا وہ درد کیا جانے
زندگی میں جو دلفگار نہیں

ختم ہوتا نہیں یہ دَورِ خزاں
میری قسمت میں کیا بہار نہیں

خوگرِ درد ہوگیا ہوں میں
اب مری چشم اشکبار نہیں

تابہ کے انتظار یہ تو بتا
یا کوئی حدِ انتظار نہیں

اک زمانہ تھا میرا یار کبھی
لیکن اب میں کسی کا یار نہیں

☆☆☆

اے شمع تجھے ہے بھی کچھ غیرتِ حسن آخر
اڑتی ہوئی پھرتی ہے خاکسترِ پروانہ

☆

وہ جو آتے تو سَر کو خم کرتے
اور کیا کیا نہ جانے ہم کرتے

○

جو فدائے حبیب ہوتے ہیں
وہ خدا سے قریب ہوتے ہیں

آپ ہوتے ہیں مہرباں جن پر
وہ بہت خوش نصیب ہوتے ہیں

راہ میں کچھ ہیں کچھ سَرِ منزل
اپنے اپنے نصیب ہوتے ہیں

ہم نہ دیکھیں تو ہے نظر کا قصور
آپ دل کے قریب ہوتے ہیں

بڑھتا ہے اشتیاق اتنا ہی
آپ جتنا قریب ہوتے ہیں

جمع ہو کر حضور میں اس کی
ایک امیر و غریب ہوتے ہیں

یار یہ واقعاتِ الفت بھی
کچھ عجیب و غریب ہوتے ہیں

O

نام میرا سرِ فہرست ہے دیوانوں میں
ڈھونڈتا پھرتا ہوں اس کو میں بیابانوں میں

جلوہ افروز ہے وہ حسن کے ایوانوں میں
دیکھو آجائے کہیں فرق نہ ایمانوں میں

چشم ساقی کی بڑی دھوم ہے میخانوں میں
رِند پیتے نہیں اب ساغر و پیمانوں میں

کردی ہے مجھ کو عطا اپنی محبت تُو نے
ایک احسان ہے یہ بھی ترا احسانوں میں

موسمِ گل میں یہ ہے میرے جنوں کا عالم
ٹکڑے رکھتا ہوں گریباں کے میں دامانوں میں

دن میں تو کرتے ہیں دیدار سے اپنے محروم
شب میں آتے ہیں وہ بے پردا مرے خوابوں میں

سامنے میرے کوئی اور نہ ہو ان کے سوا
سب سے بڑھ کر یہ ہے ارماں مرے ارمانوں میں

چھیڑتا ہے کوئی جب ذکرِ سخن محفل میں
یؔار کا نام بھی آتا ہے غزلخوانوں میں

○

زندگی کی کشمکش سے بر سرِ پیکار ہوں
میں سراپا ہوں گناہگار اور بد کردار ہوں

لوگ دل برداشتہ ہیں نام کا میں یار ہوں
ناز پرور کل تھا جن کا آج ان پہ بار ہوں

سائلِ رحم و کرم ہوں طالبِ دیدار ہوں
رشکِ مہرو ماہ تُو، میں پرتوِ انوار ہوں

انقلابِ زندگی کا نقش بر دیوار ہوں
اپنے حالِ زار کا میں، ترجماں اے یار ہوں

کیا ستم ہے ساقیا تو ہی بتا میں کیا کروں
تیری محفل میں پییں سب اور میں دیکھا کروں

وہ نہ آنا تھا نہ آئے دَم لبوں پر آ گیا
راستہ اب اور ان کا تابہ کے دیکھا کروں

جلوہ ہائے حسن ان کے دیکھتا ہوں ہر طرف
یہ نہیں آتا سمجھ میں اب کدھر سجدہ کروں

اب بجز اس کے نہیں ہے دل میں کوئی آرزو
سامنے بیٹھے رہیں وہ اور میں دیکھا کروں

سامنے آ کر کبھی تو دیکھ اے پردہ نشیں
لوں قدم پہلے نہ جانے اور پھر کیا کیا کروں

بارشِ ابرِ کرم ہو دوسروں پر اے خدا
اور میں بارانِ رحمت کے لیے ترسا کروں

کیوں نہ نذرِ مرگ کردوں یار اپنی زندگی
جب کوئی محرم نہیں میرا تو جی کر کیا کروں

دیکھ کر گلہائے رنگیں کی جمال آرائیاں
اَوج پراہلِ چمن کی ہیں جنوں افزائیاں

کتنی دلکش ہیں کسی کی انجمن آرائیاں
چار سو پھیلی ہوئی ہیں حسن کی رعنائیاں

جانے والے حال میں اپنا بتاؤں اور کیا
یاد کرتی ہیں تجھے اب تک مری تنہائیاں

ہو گیا ہوں ہستیٔ فانی سے اپنی آشنا
مجھ کو لے آئیں کہاں ان کی ستم آرائیاں

میں یہ سمجھا وہ بھی ہیں راہِ طلب میں میرے ساتھ
خواب میں دیتی رہیں دھوکہ مری پرچھائیاں

کیوں نہیں آتے وہ اب بے پردہ میرے سامنے
کیا ہوئیں ان کی وہ پہلی سی کرم فرمائیاں

آ گیا ہے یار شاید وقت بھی اپنا قریب
دور ہوتی جا رہی ہیں اب مری پرچھائیاں

کیا فکر جہاں اس کو کیا خوفِ قیامت ہو
تسلیم جسے میرے آقا کی قیادت ہو

تقدیر میں میری بھی یارب یہ سعادت ہو
مجھ کو بھی نصیب ان کے روضہ کی زیارت ہو

تم شافع محشر ہو تم میری شفاعت ہو
میں بندۂ عاصی ہوں مجھ پر بھی عنایت ہو

پھر ابرِ کرم برسے پھر نور کی بارش ہو
تارِ دلِ انساں سے پھر دور کثافت ہو

ہر جا تجھے دیکھوں میں ہر حکم ترا مانوں
کچھ ایسی ہو بینائی کچھ ایسی سماعت ہو

طالب ہوں معافی کا میں اپنے گناہوں کی
اے کاش دعاؤں کا یہ وقتِ اجابت ہو

اے یآر دَم آخر یہ میری تمنا ہے
ہو پاس نہ کچھ لیکن اک اشکِ ندامت ہو

○

رہ رہ کے ان کی یاد جو آئے تو کیا کروں
ان کا خیال دل سے نہ جائے تو کیا کروں

شب کو مجھے جو نیند نہ آئے تو کیا کروں
خوابوں میں کوئی آکے جگائے تو کیا کروں

یارو بجا ہے اشک فشانی رَوا نہیں
لیکن مجھے جو صبر نہ آئے توکیا کروں

فرصت ابھی کہاں مجھے درد و ملال سے
نغمے کوئی ہزار سنائے تو کیا کروں

پہلے تو مہرباں تھے سبھی میرے حال پر
اب مجھ کو کوئی منہ نہ لگائے تو کیا کروں

پوچھا نہ زندگی میں کبھی جس نے میرا حال
اب قبر پر وہ شمع جلائے تو کیا کروں

سوچا نہ تھا کبھی کہ وہ ہو جائیں گے جدا
قسمت مگر یہ دن بھی دکھائے تو کیا کروں

سمجھا رہا ہوں دل کو بہت آیار شامِ غم
پھر بھی وہ اپنی جان گنوائے تو کیا کروں

اٹھا جب پردۂ حسنِ نظر آہستہ آہستہ
منور ہو گئے دیوار و در آہستہ آہستہ

شبِ رنگیں میں صبحِ نو بھی جلد آجاتی ہے لیکن
شبِ فرقت میں ہوتی ہے سحر آہستہ آہستہ

حیا مانع ہے لیکن ہے محبت کا تقاضا بھی
اٹھاتے ہیں وہ محفل میں نظر آہستہ آہستہ

ابھی کر صبر کچھ دن اور اے میرے دلِ مضطر
کہ ہوتا ہے محبت میں اثر آہستہ آہستہ

ستمگر میرا دل ہے مثلِ آئینہ بہت نازک
ستم جو چاہے کر اس پر مگر آہستہ آہستہ

نہ گھبرا اے مسافر تُو رہِ دشوارِ الفت میں
کہ ہوجاتا ہے آساں یہ سفر آہستہ آہستہ

مجھے بھی یار یادِ رفتگاں نے اب بلایا ہے
کوئی پوچھے تو کہہ دینا مگر آہستہ آہستہ

O

کبھی رونقِ قفس ہوں کبھی زیبِ آشیانہ
میں ہوں خوش جہاں بھی رکھے مجھے میرا آب و دانہ

میرا نغمۂ خوشی بھی میرے غم کا ہے ترانہ
جو سنو تو زندگی ہے نہ سنو تو ہے فسانہ

مری نیند اچٹ گئی ہے مرا شوق بڑھ گیا ہے
مجھے کس نے یہ پکارا شبِ ہجر غائبانہ

ہوئے مجھ سے کیا وہ برہم کہ پھری نگاہِ عالم
کوئی دوست ہے نہ ہمدم میں ہوں عبرتِ زمانہ

میں وہ طاہرِ طلب ہوں جو ہے بے نیازِ مسکن
میں ٹھہر سکوں جہاں بھی وہی میرا آشیانہ

مری مشق جبہ سائی جو بڑھی تو رنگ لائی
ہے مری جبیں میں رقصاں ترا نقشِ آستانہ

تری یار خوش بیانی کوئی اہلِ دل سے پوچھے
یہ روانئ تکلم یہ نکاتِ شاعرانہ

O

تمہارے عہدِ وفا کا نباہ دیکھ چکے
ذرا ذرا میں بدلتے نگاہ دیکھ چکے

بجز تمہارے نظر ہی کوئی نہیں آتا
طلسم حسن خدا کی پناہ دیکھ چکے

نمودِ حسن، فریبِ نظر ،دل آزاری
تمام ماحصلِ سیر گاہ دیکھ چکے

پسند ہی نہیں آتا انہیں یہ رنگِ جہاں
جو ایک بار تمہاری نگاہ دیکھ چکے

ملی تو بے اثری ہی تمہاری حسن شناس
کمالِ لذتِ تاثیرِ آہ دیکھ چکے

وہی ہے رنگِ تغافل وہی فریبِ کرم
ہزار بار تمہاری نگاہ دیکھ چکے

ملا کہیں نہ کوئی یارِ باوفا ہم کو
زمانہ بھر کو خدا ہے گواہ دیکھ چکے

○

کاش یہ مدِ نظر او ستم ایجاد رہے
شوقِ دل جتنا بڑھے اتنی ہی بیداد رہے

پردۂ غم میں ہیں اس حسن کے جلوے پنہاں
ہے حقیقت میں وہی شاد جو ناشاد رہے

لذتِ دردِ نہاں کے وہ مزے دل نے لیے
عمر بھر بند ہی اپنے لبِ فریاد رہے

زندگی پھر دلِ مایوس کی مشکل ہو جائے
گر شبِ ہجر نہ ہمدرد تری یاد رہے

اس کو نیرنگِ محبت کے سوا کیا کہیے
ہم رہے بھی جو کبھی شاد تو ناشاد رہے

نزع کے وقت جو نکلی بھی تو "دل دل" کی صدا
مرتے مرتے بھی یہ دو حرف مجھے یاد رہے

شاد ہوگا کوئی اے یار ہمیں کیا مطلب
ہم تو تقدیر سے ناشاد کے ناشاد رہے

کھیل ان کا ہستئِ دلِ ناشاد ہو گئی
آباد ہو گئی کبھی برباد ہو گئی

الفت قفس سے کیوں مجھے صیاد ہو گئی
کچھ تُو نے کردیا کہ خداداد ہو گئی

اب اس کو کیا کروں کہ پئے عرضِ مدعا
نکلی جو منہ سے بات وہ فریاد ہو گئی

ہر شے نے داستانِ محبت شبِ فراق
کچھ یوں بیان کی کہ مجھے یاد ہو گئی

روتے رہیں گے قبر پہ میری وہ تابہ کے
کہہ دو کہ اب تلافیٔ بیداد ہو گئی

ہنگامِ شامِ غم قفسِ عنصری میں روح
تڑپی کچھ اس طرح سے کہ آزاد ہو گئی

پوچھو نہ یار راہِ محبت میں کیا ہوا
ہر سعیِ آفرینشِ افتاد ہو گئی

یہ کون سا عالم ہے فلک ہے نہ زمیں ہے
میں کیا ہوں، کہاں ہوں، مجھے کچھ ہوش نہیں ہے

وہ حسنِ تصور کی قسم دور نہیں ہے
میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ ہر وقت یہیں ہے

یہ ہے نگۂ قہر تو وہ موجِ تبسم
دوزخ بھی یہیں ہے مری جنت بھی یہیں ہے

ہاں اے نگہٗ شوق اٹھا پردۂ ہستی
وہ گرمِ تجلی ہے مگر پردہ نشیں ہے

اک درد بھی ہے اور حلاوت بھی ہے اس میں
کیا چیز ہے یارب جو مرے دل کے قریں ہے

مانا کہ انہیں پاس نہیں اپنی وفا کا
پابندِ وفا آج مگر یآرِ حزیں ہے

ہر ذرہ میں ہیں وسعتیں اس جلوہ گاہ کی
دیکھے نہ آدمی تو خطا ہے نگاہ کی

کیا ہیں نوازشیں ستمِ گاہ گاہ کی
انساں بنا دیا اسے جس پر نگاہ کی

پہونچا دیا ہے بیخودیٔ شوق نے وہاں
پابندیاں نہیں ہیں جہاں رسم و راہ کی

دامانِ عشق میں ترے صدقے ملی اماں
دنیا میں ورنہ تھی نہ کوئی جا پناہ کی

دیکھو تو زندگی ہے نہ دیکھو تو موت ہے
ہے سب یہ کائنات تمہاری نگاہ کی

مٹ کر خطِ نصیب جبینِ نیاز میں
تصویر بن گیا ہے درِ بارگاہ کی

ہے یآر ان کے عشق کی یہ بے نیازیاں
آزاد فکر سے ہوں ثواب و گناہ کی

O

یاد ان کی سامنے انہیں لاتی چلی گئی
سارے حجابِ ہوش اٹھاتی چلی گئی

رنگینیٔ شباب لٹاتی چلی گئی
ذروں کو آفتاب بناتی چلی گئی

ان کی ادائے حسن مرے دل کو خود بخود
انداز عاشقی کے سکھاتی چلی گئی

راز آشنائے ہوش تھا پیتا چلا گیا
درپردہ چشمِ یار پلاتی چلی گئی

ہاں سرگزشتِ برقِ نظر یاد ہے مجھے
آنکھوں کی راہ دل میں سماتی چلی گئی

اُن کی نگاہِ ناز کی ہر جنبشِ لطیف
لاکھوں سرِ نیاز جھکاتی چلی گئی

رونے پہ چشمِ یار جو آتی تو الاماں
دریا محبتوں کے بہاتی چلی گئی

○

وہ سامنے آ آ کر چھپ جائیں تو کیا کہیے
فردوسِ نظر بن کر تڑپائیں تو کیا کہیے

ضبطِ غمِ فرقت کا ہے پاس بہت لیکن
آنسو مری آنکھوں میں بھر آئیں تو کیا کہیے

اے کاش سمجھ لیں وہ اسباب جدائی کے
بچھڑے ہوئے آپس میں مل جائیں تو کیا کہیے

نیرنگیٔ الفت سے واقف جو نہیں اصلاً
افسانۂ ماضی کو دہرائیں تو کیا کہیے

طے ہم کو رہِ الفت کرنا ہے بہر عنواں
دشواریٔ منزل سے گھبرائیں تو کیا کہیے

بھولے ہوئے بیٹھے ہیں جو آج ہمیں بالکل
دل یاد سے ان کی ہم بہلائیں تو کیا کہیے

ہو جن کی اداؤں کا ہر رنگ امید افزا
وہ عرضِ تمنا پر شرمائیں تو کیا کہیے

یہ حسن کی فطرت ہے یہ رسمِ محبت ہے
وہ وعدۂ فردا سے پھر جائیں تو کیا کہیے

چھائی ہے گھٹا ہر سو ہے دَور میں پیمانہ
اے یار وہ ایسے میں آجائیں تو کیا کہیے

☆☆☆

تُو بنا کر بگاڑ دیتا ہے
یہ تماشا مرے خدا کیا ہے

☆

میں نے دیکھی ہے جب سے ان کی نگاہ
ساری دنیا مری نگاہ میں ہے

O

تمہیں آزمانے کو جی چاہتا ہے
خفا ہو منانے کو جی چاہتا ہے

گرے خرمنِ دل پہ پھر برق کوئی
تمہیں پھر ہنسانے کو جی چاہتا ہے

محبت کی مجبوریاں توبہ توبہ
انہیں بھول جانے کو جی چاہتا ہے

کسی دن انہیں بھی دلِ غمزدہ کی
کہانی سنانے کو جی چاہتا ہے

یہ مانا کہ بے چین ہوں دردِ دل سے
مگر مسکرانے کو جی چاہتا ہے

محبت میں آتی ہے ایسی گھڑی بھی
کہ آنکھیں چرانے کو جی چاہتا ہے

سکوں یار ممکن نہیں اس جہاں میں
کہیں اور جانے کو جی چاہتا ہے

O

یوں بِنائے صبر ڈالی جائے گی
شکل دکھلا کر چھپا لی جائے گی

آہ جو دل سے نکالی جائے گی
اززمیں تا عرشِ عالی جائے گی

عیدِ سالِ نو منالی جائے گی
میکشوں پر مے اچھالی جائے گی

شکوۂ جور و ستم سے فائدہ
بس ذرا گردن جھکا لی جائے گی

ان سے اظہارِ تمنا کیا کریں
بات کچھ سے کچھ بنا لی جائے گی

گیسوؤں کے ان سے جب نکلے نہ بَل
حسرتِ دل کیا نکالی جائے گی

آئینہ کو غور سے دیکھیں نہ آپ
دل سے قدرِ بے مثالی جائے گی

شیخ صاحب بے تکلف پیجئے
اور خُم بھر کر منگا لی جائے گی

دردوغم کا ہے اگر عالم یہی
دوسری دنیا بنالی جائے گی

آیار کیا راہِ طلب میں فکرِ زیست
ایک دن ہے جانے والی جائے گی

☆☆☆

اپنے رخ سے جو نقاب اس نے اٹھا رکھا ہے
دیکھنے والوں کو دیوانہ بنا رکھا ہے

☆

ارمانِ عرضِ حالِ حزیں دل میں رہ گیا
گھبرا گیا میں جب وہ مرے سامنے ہوئے

بیٹھے بیٹھے خیال نہ جانے کس کا دل میں آتا ہے
آج تک آیا کچھ نہ سمجھ میں مجھ کو کیا ہو جاتا ہے

گہرائی میں درد کی اکثر دل ڈوب اتنا جاتا ہے
بن بن کر دریائے محبت آنکھوں میں لہراتا ہے

یہ بھی فریبِ چشم ہے کوئی یا ہے کمالِ بینائی
اٹھتی ہیں جس سمت نگاہیں مجھ کو نظر تُو آتا ہے

وقتِ سحر ہے موجِ تبسم فطرت کی ہے درد طلب
کرلوں میں بھی یاد بتاں اب جی میں میرے آتا ہے

سوتے سوتے اکثر اٹھ کر کیوں میں رونے لگتا ہوں
شب کے سکوتِ خواب میں مجھ کو کون جگانے آتا ہے

حالِ حزیں کا اپنے جب میں خیال کبھی کچھ کرتا ہوں
فوراً مجھ کو تسلی دینے آنکھ میں اشک آجاتا ہے

دیکھا تو ہے میں نے لیکن یاد نہیں ہے اب مجھ کو
کون ہے یہ جو سامنے میرے آ آ کر چھپ جاتا ہے

رازِ الم میں یاؔر جہاں میں کر تو دیتا فاش و لے
کہنے کو کچھ ہوتا ہوں جب آنکھ میں اشک آجاتا ہے

ہے یہ زیرِ نقاب کیاجانے
رخ ہے یا آفتاب کیا جانے

آہ مجبوریاں محبت کی
ایک مستِ شباب کیا جانے

حسن ہے کس قدر زمانہ ساز
دلِ خانہ خراب کیا جانے

دل پہ بنتی ہے جو شبِ فرقت
کوئی سرگرمِ خواب کیا جانے

حسن ہے ایک پُر سکوں منظر
مطمئن، اضطراب کیا جانے

مثلِ دریا کبھی ٹھہر جانا
میری چشم پُر آب کیا جانے

بخش دے گا وہ سب گناہ مرے
اس کی رحمت حساب کیا جانے

ہے یہ کیفِ نگاہِ مستِ حضور
دلِ بیخود شراب کیا جانے

تیری الفت میں جو ہو دیوانہ
وہ عذاب و ثواب کیا جانے

آیار ہے یا صدائے سازِ دل
شعر،چنگ و رباب کیا جانے

☆☆☆

یا اڑا کرتا تھا اوجِ آسماں پر میں کبھی
یا یہ عالم ہے کہ جیسے میرے بال و پر نہیں

☆

لاکھ ہے پاس مجھے ضبطِ محبت کا مگر
ہو ہی جاتا ہے رواں دیدۂ تر آپ سے آپ

O

اگر دل آشنائے غم نہیں ہے
تو کوئی نسبتِ آدم نہیں ہے

زہے قسمت کہ ہوں دیوانہ ان کا
یہ عزت بھی کسی سے کم نہیں ہے

جسے پی کر بہک جاتے ہیں انساں
وہ مے یہ قبلۂ عالم نہیں ہے

چراغِ دل جلانے والے آجا
ابھی تک روشنی مدھم نہیں ہے

مرے زخمِ جگر ہنسنے لگے ہیں
انہیں اب حاجتِ مرہم نہیں ہے

دَمِ رخصت ہیں چشمِ گُل میں آنسو
یہ ہنگامِ سحر شبنم نہیں ہے

یہ ہے حسنِ کرم اے یار اُن کا
کہ مجھ کو خواہشِ عالم نہیں ہے

○

زلفوں کو اپنے رخ پہ سنوارا نہ کیجئے
شیشہ میں یوں کسی کو اتارا نہ کیجئے

آرائشِ جمال خدارا نہ کیجئے
اہل نظر کو محوِ نظارا نہ کیجئے

دنیا کہیں شکارِ فریبِ نظر نہ ہو
یوں رنگِ گلستاں کو نکھارا نہ کیجئے

آتی نہیں ہے نیند مجھے جاگنے کے بعد
شب کی خموشیوں میں پکارا نہ کیجئے

آجائے یاد پھر نہ وہ دَورِ ستم کہیں
بیٹھے ہوئے نقوش ابھارا نہ کیجئے

بے مہریٔ نگاہ میں حسنِ کرم بھی ہے
صحبت سے ان کی یار کنارا نہ کیجئے

ه

جو بھی آیا ہو با ادب آیا
لے کے دل میں تری طلب آیا

آخری دَم لبوں پہ جب آیا
اُس کو میرا خیال تب آیا

اس کی الفت ہے جستجوئے خودی
کیوں کہوں میں کہ بے سبب آیا

تادمِ مرگ انتظار رہا
آیا بھی وہ یہاں تو کب آیا

جا چکے ہیں جو پہلے میرے یآر
کہہ دو ان سے کہ میں بھی اب آیا

حسنِ خفتہ جگا دیا میں نے
اس کو خود بیں بنا دیا میں نے

دے کے دل ان کو پا لیا میں نے
کیا ملا اور کیا دیا میں نے

میری دانائی تھی کہ نادانی
ان کو اپنا سمجھ لیا میں نے

یاد میں ان کی چشمِ پُرنم ہے
ایک دریا بہادیا میں نے

بارِ الفت نہ اٹھ سکا تنہا
بارِ غم تو اٹھا لیا میں نے

آمدِ برق کی خبر سن کر
آشیاں خود جلا دیا میں نے

لگ نہ جائے نظر کسی کی انہیں
دل میں اپنے چھپا لیا میں نے

آیار اظہارِ حالِ دل اپنا
باتوں باتوں میں کردیا میں نے

آنکھوں سے گر رہے ہیں آنسو نکل نکل کے
برسا رہے ہیں موتی چشمے ابل ابل کے

جیسے میں ان کے جلوے پہچانتا نہیں ہوں
آتے ہیں سامنے وہ صورت بدل بدل کے

گزرا قریب سے جب دامن بچا کے کوئی
پہلو میں رہ گیا دل میرا مچل مچل کے

دردِ نہاں ہے میرا لذت کشِ شبِ غم
میں لطف لے رہا ہوں پہلو بدل بدل کے

اخفائے رازِ الفت مدِ نظر ہے ان کو
کرتے ہیں گفتگو وہ تیور بدل بدل کے

ہو خیر یا الٰہی ناموس ضبطِ غم کی
پلکوں تک آگئے ہیں آنسو نکل نکل کے

اے یآر آپ کیوں ہیں دیوانۂ محبت
وہ پوچھتے ہیں اکثر مجھ سے اُٹھل اُٹھل کے

کسی کے حسنِ رنگیں کا زمانہ یاد آتا ہے
دلِ مضطر کا قابو میں نہ آنا یاد آتا ہے

وہ ربطِ حسن و الفت کا زمانہ یاد آتا ہے
کسی سے دل لگانے کا زمانہ یاد آتا ہے

اسے پاسِ وفا ہی جب نہیں ہے اپنے وعدوں کا
تو پھر کیوں وہ مجھے روزوشبانہ یاد آتا ہے

نہ جانے کس نظر سے اس نے دیکھا تھا مرے دل کو
پڑی ایسی کہ اب تک وہ نشانہ یاد آتا ہے

کبھی ہوتا ہوں افسردہ میں اس کی بیوفائی پر
کبھی اس کا محبت سے بلانا یاد آتا ہے

کسی کو دیکھتا ہوں یآر جب آسودۂ الفت
مجھے گزرا ہوا اپنا زمانہ یاد آتا ہے

O

کیا کہوں کون ہوں میں آپ نے پہچانا بھی
باتیں کرتا ہے کہیں ہوش کی دیوانہ بھی

آ بھی جا سامنے اے دوست تکلف کیا ہے
تجھ کو بے پردہ بھی دیکھا ہے حجابانہ بھی

اللہ اللہ مری توبہ شکنی کے ساماں
مے بھی ہے، جام بھی ہے، ساقیٔ میخانہ بھی

حسنِ پُر کیف سے بیخود ہے فضائے محفل
شمع بھی وجد میں ہے رقص میں پروانہ بھی

کاش سننے کی وہ تکلیف گوارا کرلیں
میرا حالِ دلِ مضطر بھی ہے افسانہ بھی

کون آیا ہے بھری بزم میں ایماں لینے
مے بھی آنکھوں میں لیے گردشِ پیمانہ بھی

یاد آئے نہ بتوں کی مرے دل میں کیونکر
کعبہ کہتے ہیں جسے تھا کبھی بت خانہ بھی

ہے محبت میں عجب یآرِ حزیں کا عالم
لوگ دانا بھی اسے کہتے ہیں دیوانہ بھی

شکل سے غم عیاں نہ ہو جائے
خامشی بھی زباں نہ ہو جائے

نغمۂ دل گداز سن کے کہیں
چشمِ پُرنم رواں نہ ہو جائے

ہو اشارہ میں جس کے نظمِ جہاں
اسکا پھر کیوں جہاں نہ ہوجائے

بیخودی میں کسی کا نام کہیں
میرے وردِ زباں نہ ہو جائے

جلوہ فرما زمیں پہ ہے کوئی
یہ کہیں آسماں نہ ہو جائے

تم سے کتنی مجھے محبت ہے
ایک دن امتحاں نہ ہو جائے

طبعِ پیری میں بھی ہے رنگیں یآر
تُو کہیں پھر جواں نہ ہو جائے

دل کے شکوے بھی اور تبسم بھی
لب پہ آئے بھی ہو گئے گم بھی

بن گیا میرے دل کا خوابِ حسیں
دو نگاہوں کا اک تصادم بھی

مجھ سے دنیا تو تھی ہی بر گشتہ
کیا ستم ہے کہ ہو خفا تم بھی

دل کی آواز بھی ہے کیا آواز
درد و غم بھی ہے اور ترنم بھی

اللہ اللہ یہ ان کا طرزِ نظر
ہے تغافل بھی اور ترحم بھی

حال میرا سمجھ میں کیا آئے
دردِ دل بھی بلب تبسم بھی

یار اپنا سمجھ رہا ہوں اسے
یہ حقیقت بھی ہے توہم بھی

O

اسے ہم غائبانہ ڈھونڈ لیں گے
حیاتِ جاویدانہ ڈھونڈ لیں گے

چھپے گا تابہ کے وہ رنگ و بو میں
ہم اس کا آستانہ ڈھونڈ لیں گے

ہو وہ کنجِ قفس یا شاخِ گل ہو
ہم اپنا آب و دانہ ڈھونڈ لیں گے

مبارک یہ چمن تم کو ہمارا کیا
کہیں اور آشیانہ ڈھونڈ لیں گے

بڑھا کر ربط ہم اے یار اس سے
محبت کا خزانہ ڈھونڈ لیں گے

o

منت گزارِ الفت ہم کیوں نہوں کسی کے
سکھلا دیے ہیں سارے آداب زندگی کے

ساماں اگر نہ ہوتے دنیا میں دلکشی کے
کٹتے نہ آدمی سے دو دن بھی زندگی کے

اہلِ خرد بھی مجھ کو دیوانہ کہہ رہے ہیں
دیکھو تو یہ کرشمے اعجازِ آگہی کے

مانا کہ اور بھی ہیں دنیا میں حسن والے
طالب نہیں مگر ہم ان کے سوا کسی کے

تلقینِ ترک مے کیوں فرمائے جارہے ہیں
کیا آج شیخ صاحب نکلے ہیں گھر سے پی کے

غم ہے مسرتوں کے پردوں میں کار فرما
میں ہو گیا ہوں واقف انجام سے خوشی کے

غیروں سے کر رہے ہیں میری شکایتیں وہ
کیا ہیں یہی طریقے اے یار دوستی کے

کچھ یوں وہ اپنے حسن کے جلوے دکھا گئے
آنکھوں پہ جو پڑے تھے وہ پردے اٹھا گئے

کم دردِ دل ہوا تو غمِ دل بڑھا گئے
مجھ کو بقدرِ شوق وہ انساں بنا گئے

نقش و نگارِ دہر بھی اب ذہن میں نہیں
جو کچھ تھا مجھ کو یاد وہ سب کچھ بھلا گئے

اظہارِ مدعا نہ کبھی کر سکی زباں
گو ان کی بزمِ ناز میں ہم بارہا گئے

تارِ شبِ فراق میں گمراہ دیکھ کر
وہ دل میں اپنی یاد کی شمعیں جلا گئے

عالم سرور و کیف کا ہے آج تک وہی
وہ چشمِ مست سے مجھے ایسی پلا گئے

اے یار لطف ِ صحبتِ دیرینہ اب کہاں
وہ میرے ہمنشیں وہ میرے ہمنوا گئے

○

نہ یہاں تبسمِ صبح ہے نہ یہاں اداسئ شام ہے
تری شاہراہِ تلاش میں یہ بڑے ادب کا مقام ہے

ترے میکدے کا بھی ساقیا یہ عجیب حسنِ نظام ہے
جو لیے ہیں دستِ تہی کوئی تو کسی کے ہاتھ میں جام ہے

تری یاد کا جو ہو سلسلہ تو ہو پھر تعینِ وقت کیا
نہیں قیدِ شام و سحر یہاں ترا ذکرِ خیر مدام ہے

یہ کرشمے ہیں تری زلف کے ہیں مظاہرے غم و لطف کے
جو ہٹے یہ رخ سے تو صبح ہے جو پڑے یہ رخ پہ تو شام ہے

کسی چشمِ مست کا یار کیا کروں میکدہ سے مقابلہ
نہ یہاں وہ کیف و سرور ہے نہ یہاں وہ بادۂ و جام ہے

O

پردہ مری ہستی کا اٹھا کیوں نہیں دیتے
اپنا رخ، پُرنور دکھا کیوں نہیں دیتے

تم مشقِ ستم اپنی بڑھا کیوں نہیں دیتے
انسان کو انسان بنا کیوں نہیں دیتے

ڈالا ہے عجب کشمکشِ زیست میں تم نے
کیا مدِ نظر ہے یہ بتا کیوں نہیں دیتے

بے ہوشِ ہے بیمارِ محبت جو تمہارا
تم زلفِ معنبر کی ہوا کیوں نہیں دیتے

دیکھو تو ہے بے تاب کوئی تشنہ لبی سے
تم شربتِ دیدار پلا کیوں نہیں دیتے

بربادئ دل کا تمہیں احساس اگر ہے
تکمیلِ محبت کی دعا کیوں نہیں دیتے

دن رات بھرا کرتا ہے دَم کوئی تمہارا
تم اپنی محبت کا صلہ کیوں نہیں دیتے

آتی ہے جو رہ رہ کے تمہیں یاد کسی کی
اے یار اسے دل سے بھلا کیوں نہیں دیتے

میں کنجِ قفس میں کیا جانوں کیا جشنِ بہاراں ہوتا ہے
سنتا ہوں کہ کوئی سودائی با دست و گریباں ہوتا ہے

اس بحرِ محبت میں اکثر امواج بھی دھوکہ دیتی ہیں
ہم جس کو سمجھتے ہیں ساحل دراصل وہ طوفاں ہو تا ہے

تم قدرِ محبت کیا جانو ہنستے ہو عبث ہنسنے والو!
اے کاش کچھ اس سے تو پوچھو جو اشک بداماں ہوتا ہے

اس دَورِ حیاتِ فانی میں دشواریٔ تن آسانی میں
آتا ہے وہ دن بھی جب اپنا اپنوں سے گریزاں ہوتا ہے

محرومِ نگاہِ لطف سہی ہے اس کی خوشی سے اپنی خوشی
ناکامِ محبت ہونا ہی ماحاصلِ ارماں ہوتا ہے

جب شب کا سکوں ہوتا ہے جواں جب ہوتا ہے محوِ خواب جہاں
جب اٹھتا ہے دل میں دردِ نہاں تب یاؔر غزلخواں ہوتا ہے

مجھے بھی کاش دیدارِ رخِ پُرنور ہو جائے
مرا دل بھی تجلی گاہِ مثلِ طور ہو جائے

تمہارے حسنِ پنہاں کا یہی رازِ تجلی ہے
جو نزدیکی کا طالب ہو وہ پہلے دور ہو جائے

تڑپ اٹھیں وہ سنتے ہی حریمِ ناز میں اپنی
کچھ اتنی داستانِ غم مری مشہور ہو جائے

تمہارے ہاتھ میں یوں تو حیات و مرگ دونوں ہیں
یہ قسمت ہے مری جو بھی تمہیں منظور ہو جائے

ابھی کچھ اور بڑھ جائے مرا ذوقِ طلب یونہی
کبھی وہ سامنے آئے کبھی مستور ہو جائے

ہمہ اوقات نام ان کا رہے وردِ زباں میرے
مذاقِ دل مرا بھی صورتِ منصور ہو جائے

تقاضا ہے یہی اے یار میری لذتِ غم کا
بڑھوں جتنا میں اتنا ہی وہ مجھ سے دور ہو جائے

ہم سدا جورو ستم سہتے رہے
خوش مگر ہر حال میں رہتے رہے

یہ بھی تھا شاید فریبِ اعتبار
وہ کیا ہم نے جو تم کہتے رہے

کیا عجب دھل جائیں جو اپنے گناہ
یوں ہی گر اشکِ خجل بہتے رہے

وہ ملے ہم سے تو مثلِ اجنبی
گو سدا اک شہر میں رہتے رہے

سننے والے سو گئے ہم صبح تک
داستانِ دردِ دل کہتے رہے

صرف مجنوں اور سودائی نہیں
لوگ تو کیا کیا مجھے کہتے رہے

اس نے غیروں کی طرح سمجھا ہمیں
یار اپنا ہم جسے کہتے رہے

مبتلا اس کی محبت میں اگر دل ہو جائے
زندگی کا جو ہے مقصد مجھے حاصل ہو جائے

دل کو پامالِ رہِ شوق ابھی ہونے دو
شاید اک دن یہ ترے حسن کے قابل ہو جائے

کچھ کہے کوئی مگر ہے یہ عقیدہ اپنا
تو اگر چاہے تو آساں مری مشکل ہو جائے

لذتِ راہِ طلب کا ہے تقاضا مجھ سے
دور کچھ اور مری دوریٔ منزل ہو جائے

میری دیوانگی سمجھے ہو جسے تم اے یار
کیا عجب ہے کہ یہی زینتِ محفل ہو جائے

جان پھر جان ہو گئی ہوتی
ان پہ قربان ہو گئی ہوتی

نام ان کا جو لے لیا ہوتا
مشکل آسان ہوگئی ہوتی

چشم ان کی نہ کرتی دلجوئی
کاش انجان ہو گئی ہوتی

ملتے رہتے اگر وہ مجھ سے کہیں
جان پہچان ہو گئی ہوتی

کاش اس کی رضا و دلجوئی
میرا ایمان ہو گئی ہوتی

حسن ہوتا اگر نہ دنیا میں
روح بے جان ہو گئی ہوتی

آیار یہ داستانِ حسن و عشق
زیبِ دیوان ہو گئی ہوتی

O

جذبۂ عشق میں کمی ہے ابھی
ان کے ہونٹوں پہ کچھ ہنسی ہے ابھی

ناشناسِ جہاں کلی ہے ابھی
روئیگی کل یہ ہنس رہی ہے ابھی

حالِ بیمارِ غم جو تھا پہلے
حالِ بیمارِ غم وہی ہے ابھی

دولتِ غم بھی اس نے دے دی ہے
پھر بھی جیسے کوئی کمی ہے ابھی

مر مٹے اس پہ کتنے دیوانے
شمع اس غم میں جل رہی ہے ابھی

وقتِ آخر ہے کاش آجاؤ
میری آنکھوں میں روشنی ہے ابھی

ترکِ الفت تو کردوں میں لیکن
کچھ ندامت سی ہو رہی ہے ابھی

یار اپنا سمجھ رہا ہوں اسے
یہ خودی ہے کہ بیخودی ہے ابھی

سنے ہیں لوگوں سے خود میں نے افسانے اپنے
یہ الگ بات ہے کہ دنیا مجھے نہ پہچانے

کبھی ہمارے تھے منت گزار میخانے
ہے اب یہ حال کہ خالی پڑے ہیں پیمانے

چلی ہے شہر میں کیسی ہوا خدا جانے
کہ ہو رہے ہیں یگانے بھی آج بیگانے

جلا جلا کے ہمیں شمع رو رہی ہے عبث
زبانِ حال سے یہ کہہ رہے ہیں پروانے

کبھی فلک سے کبھی کی ہیں چاند سے باتیں
کٹی ہے کیسے شبِ ہجر کوئی کیا جانے

یہ سوچتا ہوں کہ دیکھا ہے میں نے ان کو کہیں
وہ ایسے لگتے ہیں جیسے ہوں جانے پہچانے

سمجھ رہی ہے محبت کو جانے کیا دنیا
کہ لوگ آتے ہیں رہ رہ کے مجھ کو سمجھانے

فریبِ رنگِ گلستاں میں یہ نہ آئیں گے
کہ بے نیازِ جہاں ہیں تمہارے دیوانے

جنہیں سمجھتے رہے ہم تمام عمر اپنا
خدا کی شان وہ اب تک ہمیں نہ پہچانے

کہاں سے لائیں وہ دیرینہ صحبتیں ہمدم
نہ ہیں وہ یار ہمارے نہ ہیں وہ یارانے

☆☆☆

دوستی وقت کے تابع نہیں ہوتی اے دوست
آج کا کام عبث کل پہ اٹھا رکھا ہے

☆

فاش ہو جاتا ہے کچھ رازِ محبت بھی مگر
کچھ ہوا بھی اسے دیتے ہیں زمانے والے

ان کی جب تک نظر نہیں ہوتی
زندگی بہرور نہیں ہوتی

وہ تصور میں آتے رہتے ہیں
دل کو تسکیں مگر نہیں ہوتی

میرے عذرِ نگہ پہ وہ بولے
یہ خطا درگزر نہیں ہوتی

داستاں دل کی سنتا آیا ہوں
یہ کبھی مختصر نہیں ہوتی

تم اگر بیوفا نہیں تو پھر
سامنے کیوں نظر نہیں ہوتی

زندگی پھر وبال ہو جاتی
ان سے الفت اگر نہیں ہوتی

یہ محبت بھی اک معمہ ہے
ہے اِدھر تو اُدھر نہیں ہوتی

زندگی زندگی نہیں جب تک
وقفِ حسنِ نظر نہیں ہو تی

ان کے کوچہ سے آیار کیوں گزرو
ہر گلی رہ گزر نہیں ہوتی

☆☆☆

خوب تھے حسن و محبت کے نیاز و ناز بھی
آیار مجھ کو تو ابھی تک وہ زمانہ یاد ہے

☆

اے آیار وہ کچھ ایسے انجان سے بیٹھے ہیں
جیسے نہ کبھی ان سے ہو میری شناسائی

O

اب ان کی محبت بھی چھپائی نہیں جاتی
ہے دل کی جو حالت وہ دکھائی نہیں جاتی

یاد آتی ہے ان کی تو بھلائی نہیں جاتی
رودادِ شبِ ہجر سنائی نہیں جاتی

خاطر میں محبت مری لائی نہیں جاتی
ان میں کوئی بات اپنوں سی پائی نہیں جاتی

کہتے ہیں خدا جانے انہیں لوگ برا کیوں
مجھ سے تو سنی ان کی برائی نہیں جاتی

ہر چند کہ سب حال مرا پوچھ رہے ہیں
ہر بات مگر دل کی بتائی نہیں جاتی

یہ مانا کہ وہ وعدہ فراموش نہیں ہیں
پھر سامنے کیوں آنکھ ملائی نہیں جاتی

رندانِ مئے شوق کو کیا حاجتِ ساغر
پیتے ہیں یہ آنکھوں سے پلائی نہیں جاتی

وہ عذرِ وفا کرنے کو کرتے تو ہیں لیکن
جو بات بناتے ہیں بنائی نہیں جاتی

دل سوزِ محبت سے جلا کرتا ہے خود ہی
یہ آگ ہے ایسی کہ لگائی نہیں جاتی

اے یار کیوں خموش ہو کیا ہو گیا تمہیں
اس طرح زندگی تو گنوائی نہیں جاتی

☆☆☆

دَمِ رخصت ہیں چشمِ گل میں آنسو
یہ ہنگام سحر شبنم نہیں ہے

☆

چشمِ الفت نہ رو خدا کے لیے
راز افشاں کہیں نہ ہو جائے

○

ان کی ہر ایک ادا ہوش رُبا ہو جیسے
دل پہ اپنے مجھے قابو نہ رہا ہو جیسے

دل کا یہ حال کہ راضی بہ رضا ہو جیسے
اس سے پیمانِ وفا میں نے کیا ہو جیسے

مجھ سے اس طرح وہ ملتا ہے خفا ہو جیسے
میرا اظہارِ محبت بھی خطا ہو جیسے

چشم و دل پر مرے رہتا ہے مسلط کوئی
میری دنیائے محبت کا خدا ہو جیسے

مجھ سے اب ترکِ تعلق پہ وہ آمادہ ہیں
میری برسوں کی محبت کا صلہ ہو جیسے

کیا بتاؤں تمہیں میرا ابھی وہی عالم ہے
کوئی مر مر کے شبِ ہجر جیا ہو جیسے

یار ناکامئ پیہم سے پتا چلتا ہے
میری قسمت میں یہ پہلے سے لکھا ہو جیسے

زندگی کیا مری بسر نہ ہوئی
ہاں کسی کو مگر خبر نہ ہوئی

سر زمیں ہے جہاں کی جلوہ فگن
وہ گلی میری رہ گزر نہ ہوئی

دل میں جس کی خلش ابھی تک ہے
مہربان مجھ پہ وہ نظر نہ ہوئی

ان کے عارض پہ چھا گئیں زلفیں
شامِ غم کی مری سحر نہ ہوئی

شب گزاری ہے یاد کر کے اسے
آہ منت کشِ اثر نہ ہوئی

کب سے اپنا سمجھ رہا ہوں اسے
دوستی آج تک مگر نہ ہوئی

یار مشکل ہے بخششِ عصیاں
گر ندامت سے آنکھ تر نہ ہوئی

O

تا کجا حد اعتبار گئی
صبح تک شام انتظار گئی

آئے وہ ہو گیا چمن رنگین
وہ گئے رونقِ بہار گئی

کردیا بے نیاز حسنِ جہاں
چشمِ ساقی مجھے سدھار گئی

بوئے گل ہو کہ ہو نسیمِ سحر
پُرسکوں آئی بے قرار گئی

دیکھنے والے ہو گئے بے خود
چشمِ بدمست ہوشیار گئی

رات شبنم گلوں سے مل مل کر
تا دمِ صبح اشکبار گئی

عہد ماضی کی اب کہاں قدریں
دورِ حاضر میں قدرِ یار گئی

O

اللہ اللہ کس قدر غمگیں میری روداد ہے
لب کشائی منع ہے پابندیٔ فریاد ہے

فطرتِ معصوم میری آج تک آزاد ہے
ناشناسِ درد و غم ، نامحرمِ بیداد ہے

کیا بتاؤں دل پہ کیا گزری نہ جانے کیا ہوا
اک نظر دیکھا تھا ان کو صرف اتنا یاد ہے

مشکلاتِ راہِ الفت سے نہیں دل آشنا
ابتدائے عشق ہے نا واقفِ افتاد ہے

کیا کروں مجبور ہوں دنیا کی رسم و راہ سے
مسکراتا ہوں میں لیکن دل مرا ناشاد ہے

رفتہ رفتہ ہو گیا دل بےنیازِ آرزو
اس میں اب کوئی نہیں ہے صرف ان کی یاد ہے

کہتے ہیں شاید اسی کو انقلابِ زندگی
مبتلائے غم ہے کوئی اور کوئی شاد ہے

خوب تھے حسن و محبت کے نیازو ناز بھی
یآر مجھکو تو ابھی تک وہ زمانہ یاد ہے

○

کسی کے وعدۂ فردا کا اعتبار تو ہے
کب آئے گی وہ گھڑی اس کا انتظار تو ہے

قریبِ کنجِ قفس مژدۂ بہار تو ہے
فضائے صحنِ چمن کچھ ہو خوشگوار تو ہے

پکارتا ہے کسی کا تو نام لے لے کر
بکارِ خویش وہ دیوانہ ہوشیار تو ہے

ہر ایک حال میں خوش ہوں تری محبت میں
کہ میری ہستیٔ دل کا یہ شاہکار تو ہے

رسائی پھر بھی وہاں تک ہے شرطِ عزم و یقیں
ہوائے کوچۂ محبوب سازگار تو ہے

تمہارے لطف و کرم کی تو انتہا ہی نہیں
مگر ہمارے گناہوں کا کچھ شمار تو ہے

دلیلِ رازِ محبت ہے برہمی ان کی
خدا کا شکر مرا ذکر ناگوار تو ہے

مرا دلِ مضطر تو میرے بس میں نہیں
تمہیں کچھ اپنی طبیعت پہ اختیار تو ہے

فریبِ حسن بھی کھا کر نہیں میں وعدہ شکن
ہنوز عہدِ وفا میرا استوار تو ہے

کبھی ہو اس کی طرف بھی نگاہِ لطف و کرم
برا سہی وہ بہر حال تیرا یار تو ہے

☆☆☆

سکوتِ شب ہے ستارے ہیں لرزہ براندام
کہ داستانِ محبت سنا رہا ہوں میں

☆

فرمایئے تو مجھ سے ہوا کیا قصور آج
دیکھا تھا میں نے آپ کی جانب ضرور آج

O

حسن اس کا بھلا سا لگتا ہے
وہ مرا دلربا سا لگتا ہے

دیکھتا ہوں ہر ایک شے میں اسے
وہ تو میرا خدا سا لگتا ہے

چل رہا ہوں اسی کے کہنے پر
وہ کوئی رہنما سا لگتا ہے

وہ جو بیٹھا ہے اجنبی کی طرح
پہلے دیکھا ہوا سا لگتا ہے

لے چلا ہے جو کشتیٔ دل کو
مجھ کو وہ ناخدا سا لگتا ہے

اس کے وعدوں کا آئے کیسے یقیں
مجھ کو تو بے وفا سا لگتا ہے

حالِ یارِ حزیں بتائیں کیا
درد میں مبتلا سا لگتا ہے

جو آستاں پہ ترے خم سرِ نیاز کرے
وہ اپنی خوبیٔ قسمت پہ کیوں نہ ناز کرے

جب اس کا حسن ہی خود دل سے ساز باز کرے
تو کیوں نہ سلسلۂ عشق یہ دراز کرے

میں ہو رہا ہوں تصور میں ہمکلام ان سے
دعا ہے عمرِ شبِ غم خدا دراز کرے

ملے گی راہِ طلب میں بشر کو منزل بھی
وہ خویش و غیر میں پیدا تو امتیاز کرے

تمہارے ہوتے ہوئے کیوں دلِ غیور مرا
کسی کے سامنے دستِ طلب دراز کرے

کبھی شکایتِ دردِ جگر نہ ہو اے یآر
نگاہِ لطف جو مجھ پر وہ چارہ ساز کرے

اتنا وقارِ عشق تو پیدا کرے کوئی
ہر شے میں حسنِ یار کو دیکھا کرے کوئی

خودداریٔ وفا کو نہ رسوا کرے کوئی
وہ ظلم بھی کریں تو نہ شکوہ کرے کوئی

برہم نظامِ زیست نہ ہو جائے ایک دن
یوں سامنے کسی کے نہ آیا کرے کوئی

مجبور کر رہا ہے فریبِ جمالِ دوست
ہر جنبشِ نگاہ کو سجدہ کرے کوئی

بیتابِ دید ہو کے اٹھی ہے نگاہِ شوق
کہدو سنبھل کے دعوئ پردا کرے کوئی

اللہ ری چشمِ مست کی یہ مے فروشیاں
ایسے میں کیا مجال جو توبہ کرے کوئی

کہتی ہے مجھ سے لذتِ آزارِ ہجرِ یار
اچھا ہے دردِ دل کو نہ اچھا کرے کوئی

O

کرلیا کیوں منتخب مجھ کو ستانے کے لیے
ایک میں ہی رہ گیا تھا کیا زمانے کے لیے

میں ثنا خواں بھی ہوں اس کا اور سجدہ ریز بھی
کرتا ہوں کیا کیا اسے اپنا بنانے کے لیے

یہ دلِ بدنام ہی میرا نہیں مشاقِ دید
حسن خود بیتاب ہے جلوہ دکھانے کے لیے

ایک وہ بزمِ جہانِ حسن کی تزئین ہیں
ایک میں بارِ غمِ دنیا اٹھانے کے لیے

آج گلشن میں چلی کچھ ایسی بادِ تیز رو
چار تنکے بھی نہ چھوڑے آشیانے کے لیے

ہنسنے والو دیکھتا ہوں جب تمہیں ہنستے ہوئے
میرا جی بھی چاہتا ہے مسکرانے کے لیے

برملا کہنے لگے ہیں لوگ دیوانہ مجھے
بن گیا ہوں اک تماشہ میں زمانے کے لیے

کتنی عبرت ناک ہے اے یار میری زندگی
ہاتھ دھو بیٹھا ہوں دل سے ان کو پانے کے لیے

O

دل میں کسی کے انس و محبت اگر نہیں
کہنے کو تو بشر ہے مگر وہ بشر نہیں

اللہ رے آبِ حسن کی تابِ نظر نہیں
دیکھے جو بے حجاب مجالِ بشر نہیں

پہونچے گا کیا وہ منزلِ مقصود پر بھلا
راہِ سفر میں جس کی تری راہ گزر نہیں

دنیا میں ان کو سب سے سوا چاہتا ہوں میں
حیراں ہوں میری آہ میں پھر بھی اثر نہیں

بخشش نہ ہوگی اپنے گناہوں کی روزِ حشر
احساسِ معصیت پہ اگر چشمِ تر نہیں

سب کچھ لٹا چکا ہوں محبت میں جن کی میں
ہے لطف یہ کہ ان کو ابھی تک خبر نہیں

رو رو کے کہہ رہے ہیں سبھی یار بعدِ مرگ
تنہا یہ جا رہے ہیں کوئی ہم سفر نہیں

○

مری زیست وہ خزاں ہے جو بہار تک نہ پہونچے
مئے بیخودی وہ میری جو خمار تک نہ پہونچے

گلِ تر سے گو معطر ہے چمن کا گوشہ گوشہ
ہے عبث وہ بوئے الفت جو ہزار تک نہ پہونچے

یہ ہے کیا ستم ظریفی کہ ہوں وقفِ کسمپرسی
ترا فیضِ عام میرے دلِ زار تک نہ پہونچے

رہِ شوق کے مراحل غمِ درد کے مسائل
رہے پیش پیش لیکن درِ یار تک نہ پہونچے

وہ نگاہ کیوں نہ کردے مجھے بے نیازِ ہستی
وہ جنونِ سر ہی کیا جو سرِ دار تک نہ پہونچے

شب و روز ہو نوازش تری دوسروں پہ لیکن
کبھی دعوتِ محبت ترے آیار تک نہ پہونچے

مشکل میں کسی کی جو کوئی کام نہ آئے
اس کا تری محفل میں کبھی نام نہ آئے

دیکھ اے دل ناداں کوئی الزام نہ آئے
کچھ بھی ہو مگر اس کا بہ لب نام نہ آئے

کہتی ہے مری تشنہ لبی ساقئ محفل
پی لوں گا میں آنکھوں سے اگر جام نہ آئے

بادل میں چھپا دیکھتے ہی اس کو مہِ نو
کہہ دو کہ وہ اس طرح لبِ بام نہ آئے

شاید ہے یہی اس کی محبت کا تقاضا
میرے دلِ بیتاب کو آرام نہ آئے

صیاد نے گو تخمِ محبت بھی بکھیرے
مرغانِ چمن پھر بھی تہِ دام نہ آئے

دو وقت بہم ملتے ہوئے دیکھے ہیں میں نے
کیوں یاد مجھے ان کی سرِ شام نہ آئے

اے یار یہ میری شبِ فرقت ہے کہ جس کی
آئے نہ کبھی صبح کبھی شام نہ آئے

O

اپنے رخ سے جو نقاب اس نے اٹھا رکھا ہے
دیکھنے والوں کو دیوانہ بنا رکھا ہے

کیا خدا جانے مجھے اس نے بنا رکھا ہے
میں نے ہر شے کو نگاہوں سے گرا رکھا ہے

آنکھ بھر آتی ہے جب یاد تری آتی ہے
دل میں گو لاکھ تجھے میں نے چھپا رکھا ہے

دیکھیے کب نگہٗ لطف و کرم اٹھتی ہے
میں نے تو بارِ غمِ ہجر اٹھا رکھا ہے

دیکھنا زلفِ پریشاں تو نہ تھا کوئی گناہ
مجھ کو کیوں قید میں بے جرم و خطا رکھا ہے

دوستی وقت کے تابع نہیں ہوئی اے دوست
آج کا کام عبث کل پہ اٹھا رکھا ہے

جو نہیں واقفِ پابندیٔ آئین وفا
یار تم نے بھی تو دل اس سے لگا رکھا ہے

خدائی تری ہے زمانے ترے
زباں پر ہیں سب کی فسانے ترے

کہیں آب و ِگل میں کہیں رنگ و بو میں
جہاں میں ہیں کیا کیا ٹھکانے ترے

قیامت کا تھا تیرا رنگِ شباب
کوئی مجھ سے پوچھے زمانے ترے

مرے کان میں گونجتے ہیں ابھی تک
وہ نغمے ترے وہ ترانے ترے

مجھے شوقِ دیدار بے انتہا
ملاقات کے سو بہانے ترے

کبھی مجھ سے بھی تھی محبت تجھے
مجھے یاد ہیں وہ زمانے ترے

یہ ڈر ہے کہ اے یار مجھ کو کہیں
نہ بدنام کردیں فسانے ترے

O

تو نے سوچا بھی کبھی مجھ کو بھلانے والے
کیا کہیں گے تجھے آپس میں زمانے والے

دیکھ تو بال نہ آجائے کہیں شیشے میں
کچھ خیالِ دلِ نازک بھی ستانے والے

رونقِ بزمِ محبت بھی کبھی دیکھ آکر
یاد کی شمعیں مرے دل میں جلانے والے

فاش ہو جاتا ہے کچھ رازِ محبت بھی اگر
کچھ ہوا بھی اسے دیتے ہیں زمانے والے

قبر تک تو مرے ساتھ آئے سب اپنے لیکن
چل دیے چھوڑ کے تنہا مجھے لانے والے

سچ تو یہ ہے کہ نوا سنجِ محبت ہوں میں
یار اب کچھ بھی کہیں مجھ کو زمانے والے

کرم نواز کرم تیرا عام ہو جائے
گناہگاروں میں میرا بھی نام ہو جائے

کبھی مجھے بھی ہو دیدار کا شرف حاصل
کبھی قبول مرا بھی سلام ہو جائے

مزا تو جب ہے تری میکشی کا اے ساقی
کہ لوں میں ہاتھ میں جو شے وہ جام ہو جائے

سنا ہے طور پہ موسیٰ نہ کرسکے باتیں
کبھی وہ مجھ سے تو کچھ ہمکلام ہو جائے

کمالِ حسنِ نظر ان کا کوئی دیکھے تو
اُدھر اٹھے وہ اِدھر اپنا کام ہو جائے

تسلیاں جو نہ دیں آکے وہ تصور میں
گزارنا شبِ فرقت حرام ہوجائے

کسی کا نام جو رہتا ہے زیرِ لب اے یآر
خدا کرے مرا تکیہ کلام ہو جائے

O

خاک چھانی ہے بہت میں نے بیابانوں کی
یاد آتی ہے مجھے شہر کے ویرانوں کی

فصلِ گل آئی تو عید آگئی دیوانوں کی
دھجیاں اڑنے لگیں جیب و گریبانوں کی

شان رندوں نے بڑھا دی ترے میخانوں کی
قسمتیں جاگ اٹھیں بادۂ و پیمانوں کی

ہوسکے تجھ سے تو دے آکے تسلی ان کو
اب تو نا گفتہ ہے حالت ترے دیوانوں کی

شمعِ محفل نے گزاری شبِ غم رو رو کر
ہستیاں جلتی ہوئی دیکھیں جو پروانوں کی

لاکھ پامال رہِ شوق ہوا میں لیکن
قدر اس نے نہ کبھی کی مرے ارمانوں کی

باتیں ہروقت کسی سے یہ کیا کرتے ہیں
یآر دنیا ہی الگ ہوتی ہے دیوانوں کی

آئے ہیں وہ شبِ فرقت نہ قضا آئی ہے
پھر وہی میں ہوں وہی گوشۂ تنہائی ہے

پھونک دے روحِ مسرت مرے دل میں بھی کبھی
تُو مسیحا ہے ترا کام مسیحائی ہے

اُن کو دیکھا تو کچھ ایسا مجھے محسوس ہوا
جیسے برسوں کی مری ان سے شناسائی ہے

انتہا بھی ہے کوئی ضبطِ مریضِ غم کی
مرتے مرتے بھی اسے پاسِ شکیبائی ہے

ہو چکا ہوں میں کئی بار جہاں سے واپس
پھر وہیں تیری محبت مجھے لے آئی ہے

مجھ سے دوری تجھے کردے گی جہاں میں بدنام
پردہ داری یہ تری باعثِ رسوائی ہے

ہو کے بربادِ محبت اسے پہچانا ہے
دیکھیے کب مجھے اے یار سمجھ آئی ہے

○

وہ جو اک ماہ جبیں کی صورت ہے
وہ مرے دلنشیں کی صورت ہے

نقشِ سنگِ درِ حبیب تو دیکھ
میرے نقشِ جبیں کی صورت ہے

ربطِ باہم ہے ماہِ انجم میں
آسماں میں زمیں کی صورت ہے

وعدہ کرتا نہیں کبھی ایفا
اُس کی ہاں بھی نہیں کی صورت ہے

گھر یہ روشن ہے اس کے جلوؤں سے
دل میں وہ اک مکیں کی صورت ہے

پردہ پوشی ہے مصلحت اس کی
یہ بھی میرے یقیں کی صورت ہے

حالِ یارِ حزیں بتائیں کیا
ایک گوشہ نشیں کی صورت ہے

جو زیرِ نگیں تھا وہ بالائے نگیں ہے
جو فرش نشیں تھا وہ افلاک نشیں ہے

دنیا کی ہر اک چیز جو رنگیں و حسیں ہے
پرتو یہ ترے حسن کا ہے مجھ کو یقیں ہے

میں شہر بدر ہو کے جسے ڈھونڈ رہا ہوں
وہ بن کے تماشائی مرے دل میں مکیں ہے

رنگینیٔ گل میں تو کہیں دوشِ صبا پر
ہو دیدۂ بینا تو وہ مستور نہیں ہے

کیوں اس کی محبت میں ہے ناکامیٔ پیہم
شاید یہ خدا کو مرے منظور نہیں ہے

دیکھے ہیں ہر اک شے میں ترے حسن کے جلوے
تُو دور ہے ہرچند مگر دور نہیں ہے

سنتا نہیں تو آیار کی فریاد کبھی تو
کیا یہ تری سرکار میں دستور نہیں ہے

ہے یہ المختصر مری فریاد
کوئی سنتا نہیں مری فریاد

کم ہے کیا یہ ستم، ستم ایجاد
میں قفس میں ہوں اور تو آزاد

اللہ اللہ یہ جور و استبداد
فصلِ گل میں بھی میں نہیں آزاد

جمع ہیں دل میں حسرت و ارماں
میری دنیائے شوق ہے آباد

ملنے والو! ذرا ٹھہر جاؤ
کر رہا ہوں ابھی میں ان کو یاد

جانے والے بتائے جا اتنا
کیا کروں میں جو آئے تیری یاد

پوچھتا کاش یہ کوئی اے یار
زندگی کر رہے ہو کیوں برباد

ہ

موجزن بحرِ محبت میں یہ طوفاں کیوں ہے
دل میں رہتے ہوئے وہ مجھ سے گریزاں کیوں ہے

میرے حالِ دلِ مضطر کو بھلانے والے
یہ تو بتلا کہ تری زلف پریشاں کیوں ہے

سامنے آتے ہوئے کیوں تجھے شرم آتی ہے
پردۂ دردِ جگر میں مرے پنہاں کیوں ہے

تجھ سے بہتر نظر آتا نہیں کوئی مجھ کو
تیرا ذکر اور تری الفت مرا ایماں کیوں ہے

خواہشِ دید بھی ہے دید کا یارا بھی نہیں
کیا بتاؤں کہ مرے دل میں یہ ارماں کیوں ہے

کیوں نہیں کرتے معالج دلِ مضطر کا علاج
تیرا دیدار مرے درد کا درماں کیوں ہے

یار ناکامِ محبت ہی سہی میں لیکن
پیچھے پیچھے مرے یہ گردشِ دوراں کیوں ہے

O

سر بہ سجدہ مرا ہر دَم ترے در پر ہونا
ہے مرے ماہِ عقیدت کا منور ہونا

میرے قابو میں نہ میرا دل مضطر ہونا
یہ ثبوت ان کی نظر کا ہے مؤثر ہونا

دیکھتے ہی انہیں دل کا مرے مضطر ہونا
ایسا ہے جیسے کسی صیدکا بے پر ہونا

صحبتِ خارِ بیاباں مجھے راس آئی ہے
ہو مبارک تمہیں گلشن میں گلِ تر ہونا

مجھ کو شکوہ ہے زمانے سے نہ بام و در سے
میری قسمت میں لکھا تھا مرا بے گھر ہونا

شام آتی ہے مجھے یاد دلانے کے لیے
شب میں دل کا مرے معمول ہے مضطر ہونا

راہِ منزل تری الفت نے دکھائی ہے ہمیں
کام آیا ہے ہمارے ترا رہبر ہونا

یوں تو کہنے کو حسیں اور بھی ہیں دنیا میں
غیر ممکن ہے مگر تیرے برابر ہونا

جتنا آسان زمانے نے سمجھ رکھا ہے
اتنا آساں بھی نہیں یارؔ سخن ور ہونا

☆☆☆

آج آیا ہے لبِ بام کوئی پردہ نشیں
امتحاں مدِ نظر ہے اسے ایمانوں کا

☆

یہ دلِ بیتاب ہی میرا نہیں مشتاقِ دید
حسن خود بیتاب ہے جلوے دکھانے کے لیے

O

کیا حاجتِ بادہ ہو کیا حاجتِ پیمانہ
آنکھوں میں لیے ہیں وہ جیسے کوئی میخانہ

وہ بھی تو کبھی سنتے اے کاش یہ افسانہ
کیوں شمع ہوئی گریاں کیوں جل گیا پروانہ

شاید مری آنکھوں میں ہے ہوش ابھی باقی
کچھ اور ہو محویت اے لغزشِ مستانہ

دیکھا ہے اسے جب سے بے پردہ تصور میں
قابو میں نہیں آتا میرا دلِ دیوانہ

کی ہے تری الفت میں کچھ اتنی جبیں سائی
چمکے گا قیامت میں نقشِ درِ جانانہ

ہر چند کہ دل میرا ناکامِ تمنا ہے
تم چاہو تو ہو جائے آباد یہ ویرانہ

پہلے تو دلوں میں تھا اے یار نہ فرق اتنا
میں تبصرہ کرتا ہوں حالات پہ روزانہ

O

طے اپنی زندگی کا سفر کر رہا ہوں میں
جو کچھ ہے ان کو مدِ نظر کر رہا ہوں میں

ذکرِ جمالِ رشکِ قمر کر رہا ہوں میں
تارِ شبِ الم کو سحر کر رہا ہوں میں

یاد ان کو دل میں شام و سحر کر رہا ہوں میں
گویا ادائے فرضِ بشر کر رہا ہوں میں

سب کچھ تو ہے خلوص و محبت مگر نہیں
حالاتِ حاضرہ پہ نظر کر رہا ہوں میں

ہر شے میں دیکھتا ہوں انہیں کو میں جلوہ گر
اپنی نگاہِ شوق جدھر کررہا ہوں میں

ان کو بلا رہا ہوں تصور میں بار بار
اب یوں علاجِ دردِ جگر کر رہاہوں میں

اے یآر ان کے حسن کی ہے بات ہی کچھ اور
اوروں کو پھر بھی زیبِ نظر کر رہاہوں میں

O

دل کو روداد جہاں کا مری عنواں کردے
ان کی الفت کو خدایا مرا ایماں کردے

دور اب دل سے مرے خواہش و ارماں کردے
مختصر میری حدِ وسعت داماں کردے

اہلِ دنیا تجھے کہتے ہیں مسیحائے زماں
میرے دردِ دلِ مضطر کا بھی درماں کردے

بدلا کرتی ہیں ہر اک دور میں تقدیریں بھی
بہرہ ور مجھ کو بھی اے گردشِ دوراں کردے

زندگی کیسے گزاروں گا میں تنہا یارب
کچھ مرے دل کے بہلنے کا بھی ساماں کردے

زخم پر زخم دلِ یآر کو دینے والے
تو انہیں چاہے تو گلہائے گلستاں کردے

O

کچھ یوں وہ اپنے حسن کے جلوے دکھا گئے
میری نگاہِ شوق کو اپنا بنا گئے

آدابِ حسنِ خلق و محبت سکھا گئے
ہر ایک آدمی کو وہ انساں بنا گئے

وہ دل کو شاہکارِ محبت بنا گئے
درد و غمِ فراق کی عظمت بڑھا گئے

اب تو ہر ایک شے میں اوسے دیکھتا ہوں میں
آنکھوں پہ جو پڑے تھے وہ پردے اٹھا گئے

میں ہو گیا ہوں ہستیٔ فانی سے آشنا
شمعِ شعور و ہوش وہ دل میں جلا گئے

وہ رشکِ صد بہار تھے اب ہے ہجومِ غم
کیا اپنے ساتھ لائے وہ ،دے کر وہ کیا گئے

شاید پرانی بات کوئی یاد آگئی
نکلے وہ سامنے سے تو دامن بچا گئے

کرتا ہوں باتیں ہوش کی میں بیخودی میں بھی
وہ چشمِ مست سے مجھے ایسی پلا گئے

اے یار ایسا ہوتا ہے محسوس اب مجھے
جیسے وہ جاتے جاتے مجھے بھی بلا گئے

O

آیا تھا میرے سامنے خود حسن پیشتر
بد نام ہو رہی ہے جہاں میں مری نظر

میں دیکھتا ہوں ان کو بہر سمت جلوہ گر
بچ کر نگاہِ شوق سے جائیں گے وہ کدھر

شہرِ خلوصِ دل میں ہے ایسی بھی رہ گزر
اونکی حریمِ ناز سے ہے جو قریب تر

کرتا میں کیا نہ دیکھتا اس کی طرف اگر
ہر شے جہانِ حسن کی تھی جاذبِ نظر

میں بیخودیٔ شوق میں بڑھتا چلا گیا
مجھ سے بچھڑ گئے رہِ منزل میں ہمسفر

مائل بہ التفات نہ ہوجائیں وہ کہیں
میں چاہتا ہوں آہ میں پیدا نہ ہو اثر

دیکھا ہے بوئے گل میں سرِ طور بھی اسے
پہونچی کہاں کہاں ہے مری وسعتِ نظر

میں آیارِ بے دیار ہوں ، غم خوردہ دلفگار
محرومِ التفات ہوں القصہ مختصر

اے یار اٹھا سکیں نہ یہ بارِ غم بھی وہ
بہتر ہے میرے مرنے کی ان کو نہ ہو خبر

☆☆☆

ہر چند کہ دل میرا ناکامِ تمنا ہے
تم چاہو تو ہو جائے آباد یہ ویرانہ

☆

ہم ذکرِ بے ثباتئ دل چھیڑ دیں اگر
شبنم کو گلستاں میں رلائیں تمام رات

O

کیوں نہ دیکھوں میں بہ حسرت آب و رنگِ گلستاں
اک شاخِ گُل پہ میرا بھی کبھی تھا آشیاں

ہو گیا برقِ نظر کی نذر وہ بھی ناگہاں
تنکے چن چن کر بنایا تھا جو میں نے آشیاں

جب محبت ان کی میرا امتحاں لینے لگی
بن گئی دیوار میرے اور ان کے درمیاں

لذتِ غم ہو گئی ہے باعثِ تسکینِ قلب
اب وہ چاہے مہرباں ہوں، یا نہ ہوں وہ مہرباں

حشر میں ہوگا یہی میری محبت کا ثبوت
ثبت ہے میری جبیں پر ان کا سنگِ آستاں

کیا یہ سچ ہے چل بسا دنیا سے میرا یار بھی
اُڑ رہی ہے یہ خبر کیسی نصیبِ دشمناں

میں یوں گل فسردہ ہوں صحنِ چمن سے دور
خانہ بدوش جیسے ہواپنے وطن سے دور

اک شور ہے کہ آمدِ فصلِ بہار ہے
لیکن میں بد نصیب ہوں اہلِ چمن سے دور

کچھ اور بڑھ گئی ہیں مری بے قراریاں
میں جب سے ہو گیا ہوں تری انجمن سے دور

مل کر بھی ان سے کہہ نہ سکا مدعائے دل
کہتا بھی کیا کہ وہ تھا مجالِ سخن سے دور

کرتے رہے وہ وعدۂ فردا تو عمر بھر
رکھا مگر ہمیشہ مجھے حسنِ ظن سے دور

آزاد ہوں میں فکر ِوصال و فراق سے
میرا مقامِ عشق ہے دارورسن سے دور

آتے نہیں ہیں راس نکاتِ سخن مجھے
رہتا ہوں یآر صحبتِ اربابِ فن سے دور

نظمیات

طلسمِ نظر

دیکھا مجھے جو اس نے باانداز دلربا
اس کی نگاہِ ناز نے جادو سا کردیا

دوبارہ دیکھنے کا دیا مجھ کو حوصلہ
مصروفِ کارِ سعیٔ دیدار ہو گیا

اندر کا ایک شخص بھی بیدار ہو گیا
راہِ طلب میں بر سرِ پیکار ہو گیا

پیہم تلاشِ یار بڑا کام کر گئی
اس کے غرورِ حسن کو وہ رام کر گئی

پھر درمیاں ہمارے نہ تھی کوئی قیدوبند
وہ بھی وفا پسند تھامیں بھی وفا پسند

دیکھا گیا فلک سے نہ باہم خلوصِ دل
ہر گام پہ ہمارے وہ ہونے لگا مخل
دکھلا کے سبز باغ نشیب و فراز کے
در بند کر دیے مرے نازو نیاز کے
رُخ دوستی کا موڑ دیا دوسری طرف
دل سے نقوشِ حسنِ طلب کردیے حذف
یوں دوسرے پہ کردیا مائل بہ التفات
جیسے کبھی نہ مجھ سے ہوں اس کے تعلقات

افشائے رازِ حسنِ نظر کی تھی داستاں
محتاط زندگی کا تھا یہ ایک امتحاں
اچھا نہیں ہے یار حسینوں سے رابطہ
کرتے نہیں کسی سے محبت میں یہ وفا

دورِ حاضر

معاذ اللہ اے انسان یہ بُعد از فرضِ انسانی
رہے گا تابہ کے تو مبتلائے جہل و نادانی

برائے زندگی ہیں رہنما احکام یزدانی
مطالعہ کر احادیثِ رُسلؐ ،آیاتِ قرآنی

نہ محوِ خوابِ راحت ہو بوقتِ صبحِ نورانی
کہ فرماتا ہے ہر سو حسنِ فطرت جلوہ افشانی

ادا کر شکر پیشِ حق جھکا کر اپنی پیشانی
بکارِخویش پھر مصروف ہو بافضلِ ربانی

نہ کر برباد لہوولعب میں عمرِ عزیز اپنی
مبادا تجھ پہ چل جائے فریبِ کارِ شیطانی

نمونہ پیش کر تو حسنِ اخلاق و محبت کا
زبانِ خلق ہو چاروں طرف وقفِ ثنا خوانی

خدا کی یاد بھی ہو خدمتِ خلق خدا بھی ہو
مسلماں کی ہے دنیا میں یہی شانِ مسلمانی

ہٹا دے اپنے میدانِ عمل سے ہر منافق کو
مجاہد بن کے دنیا کو دکھا دے جذبِ ایمانی

مقابل کفروباطل کے نہ ہو تو سرنگوں اصلا
گرے گا خود ترے قدموں پہ آ کے تاجِ سلطانی

بھلا بیٹھے ہیں ہم دل سے اصولِ زندگی اپنے
یہی ہے وجہِ حیرانی، پریشانی، پشیمانی

نہ کچھ شوقِ عبادت ہے نہ کچھ خوفِ خدا دل میں
دلیلِ حق پرستی ہے دلیلِ حرف بے معنی

عمل ممکن نہیں ماں باپ کی پندو نصیحت پر
کہ ہے پابندیٔ احکام اک زنجیرِ زندانی

بڑوں کا ہے ادب باقی نہ چھوٹوں کا لحاظ اصلا
کہ اب شرم و حیا بھی ہو رہی ہے نذرِ عریانی

مسلط ہے دماغوں پر جنوں فیشن پرستی کا
غمِ بیجا تصرف ہے نہ تدبیرِ تن آسانی
چھلکتے ہیں کہیں کم ظرف جام و ساغرِ رنگیں
کہیں رقص سرودِ بزم کی دنیا ہے دیوانی

سراسر رہرو راہِ غلط ہیں منکرِ حق ہیں
مگر ہم پھر بھی رکھتے ہیں امیدِ لطفِ ربانی
سمجھ میں کاش اتنا تو کبھی اے یآر آجائے
نہیں ہیں حق بہ جانب ہم بایں افعالِ شیطانی

خدا توفیقِ اصلاحِ عمل دے الغرض ہم کو
کہ ہے یہ داستانِ دل بڑی غمگین و طولانی

بیوفا وہ ہیں کہ میں ہوں اے یآر
فیصلہ حشر میں اس کا ہوگا

☆

نہ چھیڑے مریضِ محبت کو کوئی
کہ وہ سو گیا ہے ابھی روتے روتے

ه

اے کہ سب کو نوازنے والے
مجھ کو بھی اب نواز دے مولا
تیری رحمت جو انتخاب کرے
وہ مقامِ قرار دے مولا
مجھ کو پہونچا سکے جو تیرے قریب
ایسا عشقِ مجاز دے مولا
بھول جاؤں میں اپنی ہستی کو
اتنا ذوقِ نماز دے مولا
خدمتِ خلق ہو عمل جن کا
ان کو عمرِ دراز دے مولا

ہو تمیزِ عذاب اور ثواب
قدرتِ امتیاز دے مولا

غمزدوں پر جو ہو کرم فرما
دل کو ایسا گداز دے مولا

کاش یادِ نبیؐ میں آیار کو بھی
لطفِ ناز و نیاز دے مولا

☆☆☆

مہرباں بھی وہ اکثر آئے نظر
لیکن اصلا بڑھا نہ دستِ سوال

☆

دیکھ تو آ کے کبھی تیرہ شبی بھی میری
تیری الفت کا دیا میں نے جلا رکھا ہے

او گیسوؤں والے

خوابیدۂ ہستی ہوں ذرا آ کے جگا لے
اے کاش مجھے لغزشِ دنیا سے بچا لے
او گیسوؤں والے، او گیسوؤں والے
انسان کو لازم ہے کہ دل درد بھرا لے
اس ساز کے پردے میں ترا لطف ادا لے
او گیسوؤں والے، او گیسوؤں والے
تجھ سے کوئی بہتر نہیں دنیا سے نرالے
دے بندہ کو اللہ تو کیا تیرے سِوا لے
او گیسوؤں والے، او گیسوؤں والے

دنیا کے حوادث نے مجھے گھیر لیا ہے

لِلّٰہ خبر لے مری دامن میں چھپا لے

او گیسوؤں والے،او گیسوؤں والے

گمراہ نہ کردے کہیں تاریکیٔ دنیا

آ جلد مدد کو مری آنکھوں کے اجالے

او گیسوؤں والے،او گیسوؤں والے

پھر کر دیا بے چین تری یاد نے دل کو

پھر اشک رواں ہو گئے پھر درد اٹھا لے

او گیسوؤں والے،او گیسوؤں والے

اب تیرے سوا کون ہے اس یارِ حزیں کا

صدقے ترے مولا ،مری بگڑی کو بنا لے

او گیسوؤں والے،او گیسوؤں والے

O

اتنا احسان تو اے دستِ بہاراں کردے
اپنے دیوانوں کو اب دست و گریباں کردے

پرَ توِ نور سے تو دل میں چراغاں کردے
میرے جذباتِ محبت کو نمایاں کر دے

دور اب دل سے مری خواہش وارماں کردے
ان کی الفت کو خدایا مرا ایماں کردے

اہلِ دنیا تجھے کہتے ہیں مسیحائے زماں
میرے دردِ دلِ مضطر کا بھی درماں کردے

بدلا کرتی ہیں ہر اک دور میں تقدیریں بھی
بہرہ ور مجھ کو بھی اے گردشِ دوراں کردے

زندگی کیسے گزراروں گا میں تنہا یارب
کچھ مرے دل کے بہلنے کا بھی ساماں کردے

زخم پر زخم دلِ آیار کو دینے والے
تُو انہیں چاہے تو گلہائے گلستاں کردے

○

یاد آتے ہیں نہ جانے کیوں مجھے وہ بار بار

جب گلستانِ جہاں میں آتی ہے فصلِ بہار

خوشبوئے گل سے مہکنے لگتا ہے جب سبزہ زار

سبز پتوں سے درختوں پر جب آتا ہے نکھار

حسنِ رنگیں دیکھ کر ہوتا ہے دل جب بیقرار

یاد آتے ہیں نجانے کیوں مجھے وہ بار بار

سامنے آتے ہیں جب گردابِ بحرِ بیکراں

آنے لگتی ہے امید و بیم کو جب ہچکیاں

غرق جب طوفاں میں ہوتی ہیں شکستہ کشتیاں

آنکھ بھر آتی ہے جب میں دیکھتا ہوں یہ سماں

یاد آتے ہیں نجانے کیوں مجھے وہ بار بار

تُو خدائے دو جہاں ہے اے مرے پروردگار
کچھ سمجھ ہی میں نہیں آتے ترے لیل و نہار

کوئی ہے آسودۂ الفت تو کوئی دلفگار
ہوتا ہے جب دوسرے کے غم میں کوئی اشکبار

یاد آتے ہیں نہ جانے کیوں مجھے وہ بار بار

قطعات

☆

دن کہیں روزِ عید ہوتا ہے
شب کہیں شب برات ہوتی ہے
یؔار بھی کل کہیں تھا آج کہیں
آب و دانہ کی بات ہوتی ہے

☆

درد و غم کے مزے لیے ہوتے
ہونٹ اپنے نہ یوں سیے ہوتے
میرے حالِ تباہ پر اے یؔار
کچھ نہ کہتے تو ہنس دیے ہوتے

☆

آ گئے باتوں میں زمانے کی
سعی کرتے تو آزمانے کی
ہو گئے کیوں خفا بتاؤ تو
کیا خطا یؔارِ باوفا نے کی

☆

زندگی بے ثبات ہوتی ہے
دن گزرتا ہے رات ہوتی ہے
یار بدلا مگر نہ عہدِ وفا
مرد کی بات ، بات ہوتی ہے

☆

عیش و آسائشِ دل نذرِ جوانی کر کے
غم کو پالا ہے بڑی اشک فشانی کر کے
تشنہ کامی پہ فدا ،تشنہ لبی پر قرباں
زیست بخشی ہے انہیں خون کو پانی کر کے

☆

کیا حال ہے نہ پوچھو رومانِ زندگی میں
میں نفع ڈھونڈتا ہوں ،نقصانِ زندگی میں
ناکامیوں پہ میری وہ آج ہنس رہے ہیں
میں پھول بھر رہا ہوں دامانِ زندگی میں

☆

دل تو کہتا ہے کہ دنیا سے ابھی جاتا ہوں
یاد آتی ہے مگر ان کی تو جی جاتا ہوں
آب سے کرتا ہوں میں آتشِ غم کو ٹھنڈا
آنکھ میں اشک جو آتے ہیں تو پی جاتا ہوں

☆

مری جو بات ہوتی ہے وہ مانی ہی نہیں جاتی
ادائے ناشناسِ مہربانی ہی نہیں جاتی
ہوا جاتا ہو ں میں اے یار پامالِ رہِ الفت
مگر وہ ہیں کہ ان کی بدگمانی ہی نہیں جاتی

☆

دلِ خفتہ جگانا چاہتا ہو ں
رہِ الفت دکھانا چاہتا ہوں
خودی کو بھول جانا چاہتا ہوں
تمہیں اپنا بنانا چاہتا ہوں

☆

میں اپنی وضع کیوں بدلوں تم اپنی خُو بدل ڈالو
فضائے عالمِ احساس کو ہر سو بدل ڈالو
مگر فرق آ نہیں سکتا مرے دل کی محبت میں
میں جب جانوں کہ تم اس پھول کی خوشبو بدل ڈالو

☆

وہ جو میری نظر کو بھایا ہے
میں نے اپنا اسے بنایا ہے
یار دنیا مگر یہ کہتی ہے
سَر پہ میرے کسی کا سایہ ہے

☆

دوستی پابندِ احساسات ہے
دوستی بے بہرۂ جذبات ہے
ورنہ پھر یہ کہنے والی بات ہے
چاندنی کے بعد اندھیری رات ہے

☆

ہر دم مجھے کسی کی محبت ستائے ہے
میں کیا کروں سمجھ میں مری کچھ نہ آئے ہے
سینے میں میرے دل ہے کچھ اس طرح بیقرار
جیسے قفس میں صید کوئی پھڑ پھڑائے ہے

☆

روتے روتے جو میں سو جاتا ہوں
آنکھ کھلتی ہے تو کھو جاتا ہوں
مجھ کو اچھا نہیں لگتا کچھ بھی
سب سے بیزار سا ہو جاتا ہوں

☆

ہر چند میری راہ میں آئے تھے مر حلے
لیکن ہوئے نہ پست کبھی دل کے حوصلے
یاراب ہوا یہ کیا مری دنیائے شوق کو
وہ گرمیٔ طلب ہے نہ وہ جوش و ولولے

☆

مجھ کو اپنی بے گناہی کا خیالِ خام ہے

بر سرِ فردِ گنہ اے آیارؔ میرا نام ہے

ہو کے نادم توبہ کرنا وردِ صبح و شام ہے

عفو کرنا یا نہ کرنا اب یہ اس کا کام ہے

☆

اعترافِ جرم و عفو لازم و ملزوم ہیں

آیارؔ بخشش کے لیے اشک ندامت چاہیے

تم نہ سمجھو یہ تمہاری ذہنیت کا ہے قصور

میری باتوں کے لیے عقل و فراست چاہیے

☆

کیا نہ دیکھوں اور کیا دیکھا کروں

کیا نہ سوچوں اور کیا سوچا کروں

جانے والے یہ تو بتلا دے مجھے

یاد جب آئے تری تو کیا کروں

☆

اب نہیں میرا ہم رکاب کوئی
یوں بھی کرتا ہے اجتناب کوئی
ایسا محسوس ہورہا ہے مجھے
دیکھتا ہوں میں جیسے خواب کوئی

☆

کسی کے دل پہ گزرتی ہے کیا نہیں معلوم
ہے کس کے غم میں کوئی مبتلا نہیں معلوم
کسی کا بارِ غمِ دل اٹھائے کیا کوئی
ہے اپنی فکر کچھ اس کے سوا نہیں معلوم

☆

یارب جو آج دی ہے محبت وہ کل بھی دے
مشکل جو پیش آئے تو کچھ اس کا حل بھی دے
ان کو جدا کیا ہے تو نعم البدل بھی دے
دردو غمِ فراق کا ردِ عمل بھی دے
میرے دلِ شکستہ کی دنیا بدل بھی دے
اب کوئی ایسا ہادئ حسنِ عمل بھی دے

مختلف اشعار

دلِ ناتواں کو بھی ہے شوقِ منزل
یہ ہمت یہ عزمِ جواں اللہ اللہ

☆

رنگ و بوئے چمنِ دہر میں ہر چند چھپے
دیکھنے والے مگر آپ کو پہچان گئے

☆

اب نہ پہلی سی محبت ہے نہ پہلا سا کرم
اب کہاں آپ کے وہ وعدۂ و پیمان گئے

☆

یہ تقاضائے حسنِ فطرت ہے
میرے دل کی اسے ضرورت ہے

☆

کیسے نہ آئے دل کو یہ ان کی ادا پسند
بگڑے ہیں اس پہ وہ کہ انہیں کیوں کیا پسند

سمجھیں نہ پھر اپنے کو وہ یکتائے زمانہ
آئینہ تو اے کاش انہیں کوئی دکھائے

☆

جان دے دیتے خموشی سے بھلا پروانے
وہ تو یہ کہیے کہ تھا کچھ شمعِ محفل کا لحاظ

☆

رہبری کرتے ہیں اٹھ اٹھ کے بگولے خاک کے
سرزمینِ نجد کو اب تک ہے محمل کا لحاظ

☆

دشوار ہیں کتنی دیر و حرم کی راہیں
پہونچا ہوں بہ مشکل میں ابھی کوئے بتاں تک

☆

معترض ہیں جو مرا حالِ پریشاں دیکھ کر
کاش وہ دیکھیں کبھی زلفِ پریشاں کی طرف

ان سے کہنے چلا ہوں دل کا حال
جو نہیں آشنائے درد و ملال

☆

میں کیا بتاؤں ان کی ادائیں ہیں کیوں پسند
دل کے معاملے ہیں یہ دل کے معاملے

☆

دامن پہ اپنے آج گلستاں ہے کیوں نثار
لائے ہیں رنگ اشکِ لہو تو کہیں نہیں

☆☆☆

محمد عزیز یار خان کے کلام میں فکر بھی ہے اور روایت کا وہ تسلسل بھی جس کی آبیاری ہمارے متقدمین اور متوسلین نے کی ہے اور جسے ہم تک پہنچایا ہے۔ یہ روایت کا ہی تسلسل ہے کہ اُن کے کلام پر صرف جگرؔ ہی کی نہیں بلکہ اصغرؔ، حسرتؔ، میرؔ اور غالبؔ کی چھوٹ بھی پڑتی ہے اِس بناء پر اگر ہم یہ کہیں تو غلط نہیں ہوگا کہ محمد عزیز یار خان کے کلام میں میرؔ کی سادگی، غالبؔ کی پختگی، حسرتؔ کی شوخی، اصغرؔ کی سنجیدگی اور جگرؔ کی سرمستی پائی جاتی ہے۔ جن افراد کی نگاہ غزل کی روایت اور اُس کے تسلسل پر ہے وہ عزیز یار خان کے کلام اور اُن کے انداز و مزاج کو ضرور پسند کریں گے ——————— عبدالرؤف عروج